

پڑوسی پر احسان

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا زَالَ
يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِثُهُ . (صحیح

البخاری، کتاب الأدب، باب الوصاءة بالجار، رقم: ۶۰۱۴)

”اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جبریل اکثر مجھے
پڑوسی پر احسان کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ پڑوسی کو
میرا وارث ہی کر دیں گے۔“

عفو اور اسوہ رسول ﷺ

((عن انس رضي الله عنه أمشي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه بردٌ نجراني غليظ الحاشية فأدركه أعرابي فجذبه بردائه جذبة شديدة قال انس فنظرت إلى صفحة عاتق النبي ﷺ مرلي من مال الله الذي عندك فالتفت إليه فضحك ثم أمر له بعطاء)) (صحيح بخاری، کتاب الأدب، باب التيسم والضحك: ٦٠٨٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے اوپر مضبوط کناروں والی نجرانی چادر تھی، پس آپ ﷺ کو ایک اعرابی نے پالیا، اور اس نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی چادر سے زور سے کھینچا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے کندھے کی جلد کو دیکھا کہ زور سے کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کنارے نے آپ کے (کندھے) پر نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس (اعرابی) نے کہا: اے محمد (ﷺ) اللہ کے مال سے میرے لیے بھی حکم دیجیے (مجھے دلوائیے) جو آپ کے پاس ہے۔ پس آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا تو ہنس پڑے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے (مال) عطا کرنے کا حکم دیا۔“

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ آپ ﷺ اپنی تلوار درخت پر لٹکا دے درخت کے نیچے سو رہے تھے کہ ایک کافر آیا اس نے تلوار سونت کر آپ ﷺ کو جگایا اور کہنے لگا: ((مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي؟ فَقُلْتُ اللَّهُ تَلَاثًا)) ولم يعاقبه (وَجَلَسَ) بتاؤ اب آپ کو کون بچائے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی مجھ کو بچائے گا، آپ نے تین مرتبہ انہی الفاظ کو دہرایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے انتقام نہ لیا یعنی (معاف کر دیا) اور آپ بیٹھ گئے۔
عفو کے فوائد و ثمرات:

- ۱: عفو سے معاشرے میں امن و سلامتی کا دور دور ہوتا ہے۔ ۲: عفو کرنے سے تمام فتنوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔
 - ۳: عفو رضائے الہی کا ذریعہ ہے۔ ۴: عفو و درگزر کرنے سے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل میں آسانی ہوتی ہے۔
 - ۵: عفو کی بدولت انسان کے دل میں ایثار کا جذبہ بھرتا ہے۔ ۶: عفو بہترین اخلاق کریمانہ کا مظہر ہے۔
 - ۷: عفو روحانی بلندی اور عظمت کا نشان ہے۔ ۸: عفو سے استقامت اور وجاہت میں کمال پیدا ہوتا ہے۔
 - ۹: عفو عزم و حوصلہ کا موجب ہوتا ہے جو اقوام عالم کی کامیابی و کامرانی کی شرط اول ہے۔
 - ۱۰: اخلاق فاضلہ کا حصول عفو و درگزر سے دیگر اخلاق فاضلہ انسان میں نشوونما پاتے ہیں جیسے عزم و حوصلہ، تحمل و بردباری۔
- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ (الشوری: ۴۳) ”جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ بڑے ہمت کے کاموں سے ہے۔“ ”عفو“ قلبی عبادات میں بلند ترین عبادت ہے جسے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو حکم دیا اور یہ وہ وصف جمیلہ ہے جو حضور اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا آپ ﷺ کی حیات مبارک عفو و درگزر کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ عفو سے دین و دنیا کے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باہمی عفو و درگزر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

	جواہر پارے	پڑوسی پراسان
	کلمہ طیبہ	عفو اور اسوۂ رسول ﷺ
2	اداریہ	ہم بدلیں گے تو ہمارے حالات.....
4	درس قرآن	تفسیر سورۃ الفاطر..... (۱۷)
8	افتاء	چند مسائل طلاق
10	علوم الحدیث	حدیث معراج
14	علوم الحدیث	علوم حدیث کا آغاز و ارتقاء..... (۳)
18	پند و نصائح	دعوت کی تین منزلیں
21	تذکار سلف	حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری (۴)
30	تبصرہ کتب	تبصرہ کتب
	شعر و ادب	غزل
		علا مہ ذاکر محمد اقبال

ہم بدلیں گے تو ہمارے حالات.....

گزشتہ شمارے میں عرض کیا گیا تھا کہ ہمارے یعنی وطن عزیز کے حالات کب بدلیں گے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ (غالباً) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ زریں قول مشہور ہے کہ کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے لیکن ظلم کی نہیں۔ ہمارے ہاں ظلم کو پہلے جرم جانا جاتا تھا، پھر حکمران اس کو اپنی حکومتوں کی ضرورت جاننے لگے، اب حکمران اس کو آقا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ سورہ نساء کی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مظلوم کی کھلی بددعا کو اللہ تعالیٰ بھی ناپسند نہیں کرتا۔

یوں تو وطن عزیز کے ہر حکمرانے..... الا ماشاء اللہ..... اپنے اپنے دور اقتدار میں عموماً اپنے سیاسی مخالفین اور بعض مرتبہ اصحاب فکر و علم کے زیر دامنہ آنے پر..... مثلاً شورش کا شمیری مرحوم..... حسب طاقت ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے لیکن شکست روس کے بعد جب امریکا نے اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بنالیا تو اس نے..... نیو ولڈ آرڈر جاری کر کے اپنے ممنون احسان مسلمان حکمرانوں کو اہداف دیئے ان اہداف میں سب سے پہلا ہدف اس کے وہ مسلمان تھے جو دنیا کے کونے کونے سے برادر اسلامی ملک افغانستان کو روسی ریچھ کی دستبرد سے بچانے کے لیے افغانستان آئے تھے، ان نوجوان مسلمانوں کو امریکا نے پہلے جذبہ جہاد سے سرشار مشہور عربی کہاوت کلمہ حق یرید بہا الباطل (کہ حق بات کہہ کر باطل مقصد حاصل کرنا) کے مطابق جہاد کے نام پر اکٹھا کیا، سہولتیں دیں بلکہ V.I.P پروٹوکول دیا اور دلوا بیا بھی۔ جب دنی سے اس کا حریف..... روس..... ہزیمت سے دوچار ہو گیا تو اس نے اپنے انہی محسنین کو جو روس کی شکست کا اہم اور بنیادی سبب بنیت تھے، کونشانے پر رکھتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تصدیق کر دی کہ اتق شر من احسنت الیہ (جس پر احسان کرو اس کے شر سے بچو) چنانچہ چان مجاہدین کونشانے پر رکھ لیا اور اپنے رہین منت حکمرانوں کو ان کے پیچھے لگا دیا (اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے نکلنے والوں کے خلاف منصوبے بنانے والا کفر ہمیشہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جو لوگ اپنی جانوں اور مالوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کر کے آتے ہیں وہ گھر واپس جانے کے لیے نہیں نکلتے)۔

چنانچہ حادثہ بہاولپور کے بعد چار جمہوری حکومتیں آئیں۔ ان چاروں ادوار حکومت میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان حکمرانوں نے ان مجاہدین کے خلاف..... جو شمالی علاقہ جات میں زندگی گزار رہے تھے..... دل کھول کر کارروائیاں کی اور ان نہتے، پردیسی اور بے گناہ..... اس لیے کہ ان میں سے کسی کے خلاف کسی وطن دشمن کارروائی میڈیا پر نہیں آئی..... مسلمانوں کو پکڑا، پکڑ کر امریکا کے حوالے کیا، یوسف رمزی عبدالسلام ضعیف وغیرہ زہرا گلا بلکہ جنت باطن کا ظہار کیا۔ تعمیر مساجد کے لیے سیکولر قسم کے قوانین کا اجراء کیا۔ اہل دین، طلبائے دینیہ اور مدارس دینیہ کو نشانہ تضحیک و تحقیر بنایا۔ پھر اس نے اولاً حقیقی جمہوریت (پھر) اعتدال پسندی، زمینی حقائق اور روشن خیالی کے جملے عام کر کے جی بھر کر دین اور اس کے نفاذ کی خواہش مندوں پر شرمناک جرأت نے ظلم و ستم شروع کر دیا۔ اگر کوئی گرفتار نہ ہو سکا تو اس کا نام و نشان ختم کر دیا مثلاً شیخ عبداللہ عزام، شیخ جمیل الرحمن رحمہ اللہ۔ بعض کے اہل و عیال کی رہائش گاہوں، جلوزنی کیپ وغیرہ میں بھی ظلم و ستم کا نشہ نہ بنایا۔ سب کارروائیوں نے ثابت کر دیا کہ جو جس کا کھاتا ہے وہ اسی کا گاتا ہے۔ حتیٰ کہ امیر المومنین (بقول بعض) مرحوم ضیاء کی گود میں پنپنے اور پلنے والے اور ان کی عمر..... کی دعا..... حاصل کرنے والے حکمران نے بھی اپنی پہلی باری..... ٹرم..... میں (فنڈ امینٹل) بنیاد پرست سے انکار ہی کر دیا تاہم ان کی یہ نے نوازی ان کے اقتدار کو نہ بچا سکی تا آں کہ وہ دوسری (ٹرم) باری میں مہذب (یعنی پالش) ہو کر آئے اور پھر بھی وہ مغربی میری چہرہ کے مطلوبہ تقاضے نہ پورے کر سکے (کہ ان میں شاید خاندانی

تربیت اور مسجد سے تعلق کے باعث کچھ جرثومے موجود تھے) اور پھر امریکہ کو ایک کنگ لینڈ مطلوب و مقصود مل گیا جو ایک ہی اشارے پر اس کے سامنے سرنگوں..... بلکہ خود سپرد..... ہو گیا کہ وطن عزیز کی تاریخ اس پر ہمیشہ شرمندہ رہے گی۔

اس سگ پسند سگ بدست حکمران نے سب سے پہلے علمائے اسلام، طلبائے دین اور مدارس دینیہ خوب امریکا نے جو کہا اس نے (Yes) کہہ کر تسلیم کیا، سب سے پہلے امریکا نے افغانستان..... اسامہ کے نام پر..... پر راکٹ برسائے، پھر اس نے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے مختلف مقامات پر کہیں شادی تقریب، کہیں بازاروں میں اور باجوڑ میں قرآن حکیم پڑھنے والے معصوم طلباء پر اور کہیں مساجد میں وقفے وقفے سے اس قدر راکٹ برسائے کہ بے گناہوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے، تا آنکہ اس نے ۹/۱۱ کا ایسا ڈرامہ رچایا اور اپنے مفروضہ دشمنوں کا ایسا منصوبہ قرار دیا کہ امریکی محققین کے مطابق ان کا کھرا امریکہ سے باہر نکلتا ہی نہیں لیکن اس آڑ میں اس نے افغان مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے کہ تاریخ سے تعلق رکھنے والے اہل ان کو تاریخوں اور ہلا کو خان کے مظالم سے بھی بڑھ کر قرار دیتے تھے۔ ہمارے سگ پسند حکمران نے امریکا کی یہ خدمت انجام دی کہ اسی کو اڈے دیئے اس کا اور ہر قسم کا فنی، جغرافیائی اور عملی یعنی رسد کا مکمل تعاون مہیا کیا اور اس سارے تعاون علی اللادم والعدوان کو زمینی حقائق، اعتدال پسند اور حقیقی جمہوریت قرار دیتا رہا ع تقویر تو اے چرخ گردوں بر تقو

اور پھر جب اس نے جامعہ حفصہ کی لائبریری میں ڈنڈا بردار باپردہ بچیوں کی تصویریں جاری کر کے ان کو دہشت گرد ثابت کرنے کا گھناؤنا پروپیگنڈہ شروع کیا، پھر ان شر پسند معصوم بچوں اور بچیوں کے اس سگ پسند حکمران نے ایکشن لینے کا اعلان کر دیا اور انتہائی ستم کی بات یہ ہے کہ اسلام آباد میں ان نہتی، بے گناہ اور باپردہ بچیوں کے ایکشن لینے (یعنی ان پر حملہ آور ہونے..... کے اعلان ہو رہے تھے اور ادھر جناب میاں محمد نواز شریف نے لندن میں آل پارٹیز کانفرنس (اے۔ پی۔ سی) بلائے کا اعلان کر رکھا تھا تو قوم کے سارے غم خوار سیاسی و مذہبی لیڈران بے چارے بچوں اور بچیوں کو حوالہ ستم کر کے قوم کے غم میں لتھڑے یہ لیڈر خراماں خراماں لندن روانہ ہو گئے اور بعد میں ان بھوک سے تڑپتی، پیاس سے ہلکتی، گرمی میں جھلتی اور دم گھٹتی ان بچیوں پر جو ظلم کیا اور جو ستم روا رکھا گیا۔ وطن عزیز کی کسی بھی حکومت میں نہ اس کی مثال تھی اور نہ ہی ان شاء اللہ کبھی ہوگی۔

آپ غور کریں کہ بھوک سے تڑپتے سینکڑوں بچوں بچیوں میں کسی ایک کی آہ بھی آسمان تک نہ گئی ہوگی؟ کیا آٹا۔ ۶۰۰ روپے من سے۔ ۱۲۰۰، ۱۳۰۰ روپے من تک اس کے بعد نہیں پہنچا؟ کیا ان پیاس سے ہلکتے بچوں کے خشک ہوتے ہوئے گلوں میں کسی دم توڑتے بچے کی آہ عرش معلیٰ تک رسائی نہ پائی ہوگی؟ کیا ہمارے ڈیم، دریا اس کے بعد خشک رہنے شروع نہیں ہو گئے؟ کیا بھارت نے پاکستان کو آبی جنگ میں اس کے بعد نہیں دھکیلا؟ گرمی میں جھلتی اور دم گھٹتی جانوں میں سے کسی ایک کی دردناک چیخ صاحب عرش عظیم کو جھرجھری نہیں آئی ہوگی؟ کیا بجلی کی لوڈ شیڈنگ اس کے بعد گئی، تگنی نہیں ہوئی؟ ان سب بحرانوں کے ذمہ دار کیا انہیں یا ان خاندانوں میں سے نہیں جنہوں نے اس وقت ان بے گناہ بچوں پر مشق ستم کی تھی؟

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (الفاطر: ۱۱)

”اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمہیں جوڑے بنا دیا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں (درج) ہے، بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔“

پہلی آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید پر آفاقی دلائل کا ذکر ہوا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے، فرشتوں کو اس نے پیدا کیا ہے، سب کو رزق دینے والا وہی ہے، اللہ ہی ہواؤں کا چلانے والا، بارش برسانے والا ہے۔ ضمناً رسول اللہ ﷺ کو تسلی اور منکرین کے بارے میں وعید اور ماننے والوں کے لیے بشارت کا ذکر ہوا ہے۔ اب یہاں سے اللہ کی وحدانیت پر انفسی دلائل کا ذکر ہے۔

چنانچہ فرمایا: اللہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمہیں جوڑے بنا دیا۔ مٹی سے بنانا حضرت آدم علیہ السلام کا بنانا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنَ ۝ وَالْجَبَانَ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ۝﴾ (الحجر: ۲۶-۲۸)

”اور بلاشبہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار سیاہ کچڑ سے تھی۔ اور جنوں کو اس سے پہلے لوکی آگ سے پیدا کیا، اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں ایک بشر کو خشک مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں، جو بدبودار سیاہ کچڑ سے ہوگی۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ”صلصال“ کے معنی خشک مٹی کے کیے ہیں۔ اسی کو ایک اور مقام پر ٹھیکری کی طرح بننے والی مٹی فرمایا ہے:

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝﴾
”اس نے انسان کو خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی۔“ (الرحمن: ۱۴)

”حما“ سیاہ کچڑ کو کہتے ہیں۔ یعنی سیاہ کچڑ جس کے اندر شہد کی مانند بو پیدا ہوگئی ہو۔ اس گوندھی ہوئی مٹی سے انسان کا وجود بنایا۔ جب وہ خشک ٹھیکری کی مانند ہو گیا تو اس میں روح پھونکی گئی۔ یوں ایک جیتا جاگتا انسان بن گیا۔ اور یہی مٹی گوشت پوست، ہڈیوں اور اعصاب و عضلات میں تبدیل ہوگئی۔ اسے دیکھنے، سننے اور عقل و شعور سے بھی نواز دیا گیا۔ یوں نہیں کہ اس نے کسی حیوان سے ترقی کرتے ہوئے، انسان کا روپ دھار لیا ہے۔ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

خلقت الملائكة من نور، و خلقت الجن من
مارج من نار، و خلق آدم مما وصف لكم.
(مسلم، الصحيحہ: ۴۵۹)

”فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کے شعلے سے اور آدم کو پیدا کیا گیا ہے اس سے جس سے تمہیں

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“ (النساء: ۱)

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی﴾ اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم میں ہے۔ جیسے ایک جان سے عورت اور ان سے ایک کنبہ اللہ ہی نے بنایا ہے۔ اسی طرح وہ جانتا ہے کون سی عورت کب حاملہ ہوئی، اس کے پیٹ میں کیا ہے، وہ کب جنے گی اور کس شکل و صورت میں جنے گی۔

﴿اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَاَمَّا تَغِیْضُ الْاَرْحَامِ وَاَمَّا تَزْدَادُ وَاَمَّا شَیْءٌ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ﴾ (الرعد: ۸)

”اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور ہر ایک چیز اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔“

اللہ جانتا ہے کہ ہر مادہ کے رحم میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، خوبصورت ہے یا بدصورت، سعادت مند ہے یا بد بخت، اس کی عمر کتنی ہے۔ اس کے بارے میں یہ ساری معلومات صرف اللہ کے پاس ہیں۔ رحم مادر میں بچے کی لمحہ بہ لمحہ بتدریج نشوونما کے بارے میں بھی اسی کو علم ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ اس کی مدت حمل کتنی ہے۔ یہ سات ماہ میں پیدا ہوگا یا نو ماہ میں یا دس ماہ میں۔ حمل کی اس کمی بیشی کو وہی جانتا ہے۔ حمل کی کم سے کم مدت سات ماہ جو بسا اوقات دو سال سے بھی زیادہ مدت حمل ہو جاتی ہے۔ امام ضحاک بن مخلد دو سال بعد پیدا ہوئے اور ان کے دو دانت نکلے ہوئے تھے۔

(ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۶۶۱)

امام محمد بن عجلان تیسرے سال پیدا ہوئے تو دانت نکلے ہوئے تھے بلکہ امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے ہاں ایک عورت کے تین بچے بارہ سالوں میں ہوئے اور ہر حمل چار سال کا ہوتا تھا۔

(السیر، ج: ۲، ص: ۳۱۸، ۳۱۹)

﴿وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ﴾ اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر

آگاہ کر دیا گیا ہے۔“

آدم علیہ السلام کے بعد باقی اولاد آدم کو ”نطفہ“ یعنی تھوڑے سے پانی سے پیدا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِینٍ﴾

(السجدة: ۸)

”پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿فَلِیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۝﴾ (الطارق: ۵-۷)

”پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پشت اور (سینے کی) پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔“

یعنی مرد کی پشت سے اور عورت کے سینے سے پانی نکلتا ہے اور یہ شکم مادر میں باہم مل جاتے ہیں اسی سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

﴿ثُمَّ جَعَلْکُمْ اَزْوَاجًا﴾ پھر اس نے تمہیں جوڑے بنایا۔ یعنی اسی پانی سے مرد اور عورت بنائے اور ان کے باہمی جوڑے جوڑ دیئے۔ جسے سورہ روم میں فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الروم: ۲۱)

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿یٰۤاٰیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْہَا زَوْجَہَا وَبَثَّ مِنْہُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً﴾

”جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو یا اس کی عمر زیادہ کر دی جائے اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔“
اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَرْدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدَّعَاءَ، وَلَا يَزِيدُ فِي الْعَمْرِ إِلَّا الْبِرُّ. (ترمذی: ۲۱۳۹)

”قضاء و قدر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔“

امام ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ مگر اس کا ایک راوی فضہ ابو مودود ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”دلیلین“ کہا ہے۔

(تقریب، ص: ۲۷۶)

علامہ طحاوی نے مشکل الآثار (۳۰۶۸) میں کہا ہے کہ ابو مودود عبدالعزیز بن ابی سلیمان ثقہ راوی ہے۔ مگر یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح یہی ہے کہ وہ فضہ بصری ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا ہے اور علامہ المعزی نے اسی کی تائید کی ہے۔ اس لیے یہ حدیث ضعیف ہے مگر اس کی تائید حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں:

ان الرجل ليحرم الرزق بالذنوب يصيبه، ولا يرد القدر إلا الدعاء، ولا يزيد في العمر إلا البر.

(نسائی، ابن ماجہ، صحیحہ: ۱۵۴)

”آدمی اپنے گناہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے، تقدیر کو دعا بدل دیتی ہے اور نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے۔ یعنی اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ فلاں صلہ رحمی کرے گا تو اس کے رزق میں اضافہ ہوگا اور نیکی کرے گا تو اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔ دعا کرے گا تو اس کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ سب لوح محفوظ میں محفوظ ہے۔“

بعض علماء نے تو کہا ہے کہ عمر اور رزق میں اضافے کا مفہوم یہ ہے کہ ان میں اللہ کی طرف سے برکت ہوتی ہے۔ تھوڑا رزق بھی کافی ہو جاتا ہے اور جسم میں قوت و طاقت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور بعض

بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں درج ہے۔ یعنی نوع انسانی میں سے جس کی عمر طویل ہوتی ہے یا کم، وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس اور جمہور مفسرین نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ یہاں ”الافی کساب“ پہلے جملے میں ”الابعلمہ“ کے قائم مقام ہے۔ کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ ہر چیز پہلے سے لوح محفوظ میں درج کر دی گئی ہے۔

﴿وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمْرِهِ﴾ سے مراد ”عمر معمور“ ہے کہ کسی عمر پانے والے کی عمر کم نہیں ہوتی، یوں نہیں کہ اس کی عمر زیادہ تھی جسے کم کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ ابتداء جس کی جس قدر عمر لمبی تھی یا ابتداء جس کی عمر کم تھی اس کا فیصلہ لوح محفوظ میں کر دیا گیا ہے۔ امام سعید بن جبیر فرماتے ہیں ہر ایک کی عمر کتنے سال کتنے ماہ کتنے دن اور کتنے گھنٹے اور کتنے منٹ ہے، لکھی جاتی ہے اور ﴿وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمْرِهِ﴾ کا مفہوم ہے کہ عمر کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ اس کی عمر سے ایک گھنٹا کم ہو گیا، ایک دن، ایک ماہ، ایک سال کم ہو گیا۔ یوں وہ اپنی اجل مسمیٰ کو پہنچ جاتا ہے۔ یہی قول ابو مالک، حسان بن عطیہ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ شاعر نے اس مفہوم میں کہا ہے:

حياتك انفساً تُعد فكلما
مضى نفس منها انتقصت به جزء

(روح المعانی)

تیری زندگی چند گنے ہوئے سانسوں کا نام ہے، جب بھی ایک سانس گزرتا ہے تیری عمر کا ایک حصہ کم ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے ”معمور“ سے مراد ساٹھ سال عمر ہے اور اس میں کمی سے مراد ساٹھ سال سے پہلے فوت ہو جانا ہے۔ ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو انسان نیکی کرے گا اس کی عمر بڑھادی جائے گی اور جو نافرمانی کرے گا اس کی عمر کم کر دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سره ان يُبْسَطَ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ
فليصل رَحْمَهُ. (بخاری: ۲۰۶۷ وغیرہ)

کرے گا تو اس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایمان والوں کے لیے بخشش و مغفرت لکھ دی گئی اور اعمالِ صالحہ کا اہتمام کرنے والوں کے لیے درجات کی بلندی لکھ دی گئی ہے۔ ﴿وَإِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ یہ سب معاملات اور ان کا فیصلہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ تمام مخلوقات سے متعلقہ تمام جزئیات تک کا اسے علم ہے اور تمام معلومات لوح محفوظ میں محفوظ ہیں۔

﴿وَعَنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلُمٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝﴾ (الانعام: ۵۹)

”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ کتابِ مبین میں ہے۔“

وہی اکیلا اپنی ساری مخلوق کی جزئیات سے باخبر ہے۔ اور اس کے لیے انہیں جاننا اور کتابِ مبین میں محفوظ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اس آیت مبارکہ میں، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی توحید پر انفسی دلیل بیان ہوئی ہے کہ اللہ ہی تمہیں پیدا کرنے والا اور وہی اولاد دینے والا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں موت و حیات ہے جس قدر چاہتا ہے کسی کو عمر عطا کرتا ہے۔ اس میں اللہ کے علاوہ کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ایک انسان سے انسان کا کنبہ اللہ نے بنایا ہے، اس میں تو تمہارے کسی معبود کا عمل دخل نہیں۔ اور اللہ کے لیے یہ سب کچھ آسان ہے۔ یوں نہیں کہ تمہارے کسی معبود کو اللہ نے اپنا معاون بنایا ہے یا اپنے کسی معاملے میں انہیں شریک کیا ہے، جیسا کہ تم یہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے اور ان کی نذریں اور منتیں مانتے ہو۔



نے کہا ہے اضافے سے مراد اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے ذکر خیر کا جاری رہنا ہے۔ (فتح الباری، ج: ۴، ص: ۳۰۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی ضمن میں ابن ابی حاتم سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ زیادت عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد عطا فرما دیتا ہے اور وہ اس کے بعد اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں، اس طرح اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ یعنی مرنے کے بعد بھی صالح اولاد کی دعاؤں سے وہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے جو اسے زندہ رہنے سے حاصل ہونا تھا۔

(ابن کثیر، ج: ۳، ص: ۷۶۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چالیس دن تک رحم مادر میں نطفہ رہتا ہے۔ پھر چالیس دن جما ہوا خون، پھر چالیس دن تک بوٹی کی صورت ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں تو اسے چار باتوں کا حکم دیتے ہیں کہ اس کے رزق، اس کی موت کا وقت، اس کا شقی، اس کا سعید ہونا لکھ دو۔

(بخاری: ۶۵۹۴، مسلم: ۲۶۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: جفت الکلم بما انت لاق۔ ”جو کچھ تمہیں ملنے والا ہے اس کو لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔“

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جو آپ ﷺ نے وصیت فرمائی اس میں بھی آپ نے فرمایا:

جفت الأقدام وطويت الصحف .

”قلمیں خشک ہو گئیں اور صحیفہ تقدیر لپیٹ دیا گیا۔“

ان احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی موت و حیات، اس کا رزق، اس کا شقی و سعید ہونا لکھا جا چکا ہے۔ اس آیت میں بھی اسی بات کا اظہار ہے کہ کسی کی عمر لمبی ہوتی ہے یا تھوڑی ہوتی ہے سب کتاب میں محفوظ ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وہ نیکی

چند مسائل طلاق

مولانا مفتی عبید اللہ خاں عقیف رحمۃ اللہ علیہ

واقع ہو جاتی ہے بعینہ زبانی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے بلکہ بالاولیٰ واقع ہو جاتی ہے کیوں کہ اصل طلاق بلفظ ہے تحریر اور دستخط تو اس کی فرع ہیں۔ چنانچہ مسلم میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسہا ما لم تعمل او تتکلم بہ . (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس، ج: ۱، ص: ۷۸)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے قلبی خیالات معاف فرما رکھے ہیں جب تک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے بول کر ادا نہ کرے۔“

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح تحریری طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح زبانی طلاق بھی ہو جاتی ہے۔ وقوع طلاق کے لیے تحریر اور دستخط کی کوئی شرط نہیں۔ طلاق ہو چکی۔

۲: مہر کی ادائیگی شرعاً واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۝﴾ (النساء: ۴)

”اور عورتوں کے مہر دل کی خوشی کے ساتھ ادا کرو۔ اگر وہ اپنی خوشی سے بلا کسی جبر کے معاف کر دیں تو اس کو کھا لو سہتا پچتا۔“

۳: بیوی کا نان و نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا

سوال: آپ سے سوال ہے کہ شریعت کی رو سے کیا

۱: طلاق بغیر دستخط کے واقع ہو جاتی ہے؟

۲: لڑکی کا حق مہر ادا کرنا لڑکے پر واجب ہے یا نہیں؟

۳: نکاح سے بعد اور دوران عدت نان و نفقہ لڑکے پر شریعت کی رو سے واجب ہے کہ نہیں؟

۴: اسٹامپ پیپر پر ۱۹/ اپریل ۲۰۱۱ء کی تاریخ درج ہے تو عدت کب سے شمار ہوگی؟

۵: دوران عدت کا خرچہ لڑکے پر واجب ہے یا نہیں؟

۶: عدت کی مدت کتنی ہے؟

۷: دوران عدت کیا عورت شرعی پردہ کرتے ہوئے اپنی ملازمت یا ضرورت کے تحت گھر سے نکل سکتی ہے؟

اپنے جواب میں حق مہر کی اہمیت اور حق مہر کی ادائیگی کا حکم جو مرد کو دیا گیا ہے، اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمادیں۔

واضح رہے کہ لڑکی کی طرف سے طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ دونوں لڑکیوں نے انتہائی حد تک نبھانے کی کوشش کی۔ پھر مجبوراً انہیں اپنی ماں کے گھر آنا پڑا، جب نوبت قتل کی دھمکی تک آگئی تھی۔ اور دھکے دیئے گئے۔

براہ کرم ان تمام سوالات کے جوابات فی الفور چاہئیں۔ یہاں بہت سخت مسائل کا سامنا ہے۔

اپنے جواب میں حق مہر اور نان نفقہ کی وضاحت ضرور فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب: ۱: بشرط صحت سوال واضح ہو کہ وقوع طلاق کی تحریر اور طلاق دہندہ کے دستخط شرعاً کوئی ضروری نہیں یعنی جس طرح تحریری طلاق

ہے اور ان کی بھی جو ابھی تک بالغ نہیں کہ حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا۔“

۷: شرعی پردہ کر کے مطلقہ عورت بامر مجبوری گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ اگر ذریعہ معاش نوکری ہے تو ملازمت پر بھی جاسکتی ہے۔ مگر گھر سے باہر رات نہیں گزار سکتی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

قَالَ جَابِرٌ طَلَّقْتُ خَالَتِي ثَلَاثًا فَخَرَجَتْ تُجِدُ نَخْلَهَا فَلَقِيَهَا رَجُلٌ فَزَوَّجَهَا فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِنَبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَخْرِجِي فَبَجَدِي نَخْلَكَ لَعَلَّكَ تَتَصَدَّقِي أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا. (رواه النسائي و ابوداؤد، فقه السنة، ج: ۲، ص: ۲۸۶ و ۲۸۷)

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میری خالہ کو تین طلاقیں مل چکی تھیں، وہ اپنی کھجوروں کا پھل توڑنے کے لیے اپنے کھیت چلی گئیں۔ ایک آدمی نے اس کو گھر سے نکلنے پر منع کیا کہ گھر سے نکلتا جائز نہیں تو میری خالہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس ممانعت کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اپنی کھجوریں چنؤ۔ ہو سکتا ہے آپ ان میں سے کچھ صدقہ کر دیں یا کوئی اور نیک کام کر سکو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقہ عورت عدت کے دوران بامر مجبوری دن کے وقت گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ کھیت میں بھی جاسکتی ہے۔ تاہم گھر سے باہر رات نہیں گزار سکتی۔ حنا بلہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.



ضرورت خطیب

جامعہ ضیاء السنہ راجہ جنگ ضلع قصور میں ایک علمی، تحقیقی بیان کرنے والے خطیب کی ضرورت ہے۔ اردو یا پنجابی بیان کرنے والے رابطہ کریں۔

(قاری ظفر اللہ 4181549-0301)

تُكَلِّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ﴿البقرة: ۲۳۳﴾

”بچے کے والد پر ان (بیویوں) کا نان و نفقہ واجب ہے۔ کھانا بھی اور لباس بھی مگر شوہر کی مالی حالت کے مطابق فرض ہے۔“

حدیث میں ہے:

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ.

(صحیح مسلم، فقه السنة، ج: ۲، ص: ۱۷۴)

”شوہروں پر عورتوں کا کھانا اور لباس مہیا کرنا واجب ہے۔“

۲: صورتِ مسئلہ میں ۲۹/ اپریل ۲۰۱۱ء سے عدت شروع ہو چکی ہے۔

۵: رجعی طلاق میں عدت کا خرچہ اور رہائش خاوند کے ذمہ فرض ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿اَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ﴾

”آباد رکھو ان کو جہاں تم آباد ہو اپنی وسعت (معاشی حالت) کے مطابق۔“ (الطلاق: ۶)

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ رجعی طلاق کی عدت کا خرچ اور رہائش خاوند کے ذمہ فرض ہے۔ رجعی طلاق سے مراد قابل واپسی طلاق ہے۔ بانیہ مغلطہ ثلاثہ کو عدت کا خرچ اور رہائش نہیں ملے گی۔

۶: اگر عورت تندرست ہو اور حیض باقاعدگی کے ساتھ آتا ہو تو اس کی عدت تین حیض ہے جیسے کہ فرمایا:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ط﴾

”طلاق والی عورتیں تین حیض میں بیٹھیں۔“ (البقرة: ۲۲۸)

اگر عورت بیمار ہو، بڑی عمر کی ہو یا نابالغہ ہو تو ان تینوں عورتوں کی عدت تین ماہ ہے۔

﴿وَالَّذِي يَبْتَسِنُ مِنَ الْمَحْضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ ط﴾ (الطلاق: ۴)

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں (بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے) حیض سے مایوس ہو جائیں تو ان کی عدت تین ماہ

حدیث معراج

مولانا محمد حنیف ندوی

ہے کہ ایک بندے کی خوش نودی اور اعزاز کی خاطر کارخانہ قدرت میں کتنی بڑی بڑی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔

معراج ایک حیرت انگیز واقعہ، ایک ایمان افروز حقیقت یا ایک غیر معمولی معجزہ ہے، جس سے انسانی مضمرات فضیلت و بزرگی پر روشنی پڑتی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانیت کا مقام اسلام میں کتنا اونچا ہے؟

معراج کا موقف عقلی:

اس ضمن میں سب سے پہلا سوال جو عنان توجہ کو موڑتا اور دعوتِ نظر و فکر کی غرض سے ہمیں روکتا ہے، یہ ہے کہ اس واقعہ کی حیثیت عقلی کیا ہے؟ کیا یہ رویا و کشف کی سی کوئی بات ہے یا واقعی آنحضرت ﷺ اس گوشت پوست کے ساتھ، موانع و مشکلات کو ہٹاتے اور اشکال و استحالات کی دیواروں کو گراتے ہوئے بنفس نفیس آسمان تک پہنچے ہیں۔

یہاں قدرتا دورائیں ابھرتی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ معراج جسم و روح کی ایک ساتھ پرواز کا نام ہے، اور ایک یہ کہ یہ صرف روح و فکر انسانی کی سیر کی حکایت ہے۔ دونوں گروہوں کے پاس دلائل و براہین ہیں، خالص نقلی نقطہ نظر سے بھی دیکھئے تو اس اختلاف رائے کے لیے وجہ جواز موجود ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معراج کی روحانیت کے قائل ہیں اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اور سلف کی بہت بڑی تعداد اس طرف گئی ہے کہ معراج جسمانی ہی صحیح ہے۔

حبر امت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب اس آیت کی تفسیر فرماتے کہ

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّوْبَا الَّتِي اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ﴾

”اور ہم نے یہ مشاہدہ تمہیں نہیں دکھایا، مگر اس غرض سے کہ

لوگوں کی آزمائش ہو۔“

﴿سُبْحَنَ الَّذِي اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ السَّمَاءِ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

”وہ خدا عجز و در ماندگی سے پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے گرد اگر وہم نے برکتیں پھیلا رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو قدرت کے نمونے دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔“

آج معراج ہے:

ایک وقت کی تیز رو گاڑیاں کیوں رک گئی ہیں؟ مکان اور جگہ کے پھیلاؤ نے سماؤ کی یہ شکل کیوں اختیار کر لی ہے؟ جذب و کشش کے قوانین کو کیا ہو گیا ہے؟ سائنس کیوں حیران ہے، اور فلسفہ کیوں ششدر ہے؟ جبریل کی یہ تگ و تاڑ کیسی ہے؟ مرجح و خوش آمدید کی آوازیں کس کے احترام میں بلند ہو رہی ہیں؟ آسمان کس کو جھک جھک کر دیکھ رہا ہے، اور زمین کیوں اچھل اچھل کر آسمان کی چوٹیوں کو چھو لینا چاہتی ہے۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ پر انوار و تجلیات کی رنگا رنگ بارش کیوں ہو رہی ہے؟ ﴿اذ يَغْشَى السَّدْرَةَ مَا يَغْشَى﴾ اور یروشلم جس کے سہاگ کو بخت نصر نے لوٹا اور طیطس نے برباد کیا، آج کیوں لہن کی طرح سچ رہا ہے، مسجد اقصیٰ کو کس کا انتظار ہے، اور یہ جلیل القدر انبیاء صف باندھے کیوں کھڑے ہیں؟

بات یہ ہے کہ آج معراج ہے، آج ایک جسدِ خاکی کو آسمان تک اڑنا ہے، ایک انسان اور بشر کو بزرگی و عظمت کے آخری فرازون تک پہنچنا ہے اور قضا و قدر کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ انسانی ارتقاء و عروج کے حدود کہاں سے کہاں تک ہیں۔ آج رحمت حق اور محبت الہی کو یہ جتنا

اور روحہ یعنی میں نے جب یہ مان لیا کہ محمد ﷺ کا دل وحی کا مہبط ہے۔ سینہ جبریل کی دھڑکنیں اس کو سنائی دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ صبح و شام اس سے گفتگو فرماتے ہیں ﷺ۔ تو اس کے بعد اور کیا تعجب کی بات رہ جاتی ہے؟ اتنے بڑے اشکال کو تسلیم کر لیا اور اتنے بڑے استحالہ کے سامنے گردن جھکا دی تو اب معراج کے باب میں کیا نئی بات سامنے آئی ہے کہ میں اس پر غور کروں۔ غرض یہ ہے کہ جب ایک انسان اللہ تعالیٰ کو مان لیتا ہے، اور بعثت و رسالت کے سلسلے کو تسلیم کر لیتا ہے تو اس کے سامنے اس انداز کے مسائل طے کرنے کا ایک ہی طریق رہ جاتا ہے کہ آیا اللہ نے یہ فرمایا ہے؟ اس کے رسول نے اس کی صراحت فرمائی ہے؟ اور بس۔ مجرد ایک آیت اور آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد مان لینے کو بہت ہے، ورنہ بات بات پر عقل و ذرد کی موٹگافیاں یہاں نہ صرف یہ کہ کام نہیں دیتیں، بلکہ بسا اوقات گمراہ کن ثابت ہوتی ہیں۔

سائنس اور معجزہ:

یہ تو ایمان کا جواب ہوا یا محبت کی توجیہ ٹھہری۔ خالص عقلی اعتبار سے بھی اگر غور کیجیے گا تو اس سے زیادہ تسکین نہ ہو سکے گی۔ اس بارے میں اب سائنس نے بھی اس حد تک تسلیم کیا ہے کہ قدرت کے ظہورات سب کے سب ایسے نہیں کہ جن کے لیے سمت و قاعدہ کی تعیین ضروری ہو، اب ایسے ایسے مظاہر کا بھی انکشاف ہوا ہے جن میں کوئی مقررہ قاعدہ اور لگا بندھا اصول کارفرما نہیں۔ علم الحیات اور نجوم سے تو اس کی مثالیں پہلے بھی دی جاتی تھیں، اب خالص طبعی مسائل میں بھی اس کے ثبوت مہیا ہونے لگے ہیں۔

یہ بات اگر صحیح ہے، اور یقیناً صحیح ہے تو بتائیے کہ امکان و عدم امکان کی ساری بحث کی قیمت کیا رہ جاتی ہے؟ اگر کبھی کبھی فطرت روش عام سے ہٹ جاتی ہے اور قاعدہ و قانون کی آہنی زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں تو معجزات کے باب میں معذرت خواہی کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ معجزے کی حقیقت اتنی ہی تو ہے کہ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ جو تمام ذرائع و وسائل کا خالق ہے، ایک ایک ظہور کے لیے دوسرے

تو صاف وضاحت سے کہتے کہ یہ مشاہدہ آنکھ کا مشاہدہ تھا، فکر و خیال کا مشاہدہ نہیں تھا۔ دلائل نقلی کی کثرت اور جمہور ائمہ کا اتفاق اس رائے کا مظہر ہے کہ معراج کی عظمت و اہمیت اور شہرت و استفاضہ کا یہی تقاضا ہے کہ اسے جسمانی ہی مانا جائے ورنہ رویا و کشف کے امکانات کیا کچھ نہیں ہیں، اور قلب و ذہن کی دنیا میں اضداد کو جمع کرنے کی اتنی بڑی صلاحیت ہے کہ شک و شبہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکل پاتی۔ اس پر نہ تعجب ہو سکتا ہے، نہ حیرت۔ قرآن جو اس واقعہ کو آزمائش قرار دیتا ہے اور تاریخ و سیرت کی کتابوں میں جو یہ مذکور ہے کہ اس ایک واقعہ کا رد فعل یہ ہوا کہ خام ایمان کے کئی لوگ اس کے منکر ہو گئے، تو اس کے صاف صاف یہ معنی ہوئے کہ معراج کی ایسی ہی صورت ان کے سامنے پیش کی گئی ہوگی، جس سے معمولی اور خام عقیدے کو ٹھوکر لگ سکے، ورنہ رویا و کشف کے عالم میں آسمان تک ہو آنا اتنی بڑی بات نہیں کہ اس پر یوں حیرت و تعجب کا اظہار ہو۔ ہماری گفتگو کا محور سر دست نقلی نہیں، ہمیں اس وقت اس کے عقلی پہلو سے متعلق کچھ کہنا ہے۔

حضرت ابوبکر کی ایمان افروز توجیہ:

حقیقت یہ ہے کہ ایمان و عقل کے ڈانڈے آخر میں جا کر باہم مل ہی جاتے ہیں۔ صرف انداز اور رسائی کا ظاہری فرق ہے، ورنہ نتائج کے اعتبار سے دونوں میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ آج بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو کسوٹی قرار دیجیے اور اس کی روشنی میں پیش آمدہ شکوک پر غور کیجیے، اور پھر دیکھئے کہ بڑے بڑے اشکال کیوں کر دور ہوتے ہیں۔ ان سے ازراہ استہزا جب یہ کہا گیا کہ حضرت اب فرمائیے، آپ کی عقیدت کا کیا ہوگا، کچھ سنا؟ اب تو آپ کے ممدوح آسمانوں تک پرواز کرنے لگے ہیں اور اللہ سے براہ راست ہم کلامی کا دعویٰ ہے، کیا اب بھی مانے گا اور ایسے خلاف عقل ایمان پر ثابت قدم رہے گا۔

صدیق اکبر نے اطمینان سے جواب دیا، میں تو اس سے زیادہ اشکال کا قائل ہوں۔ اصدقہ فی خبر السماء فی غدوة

کہ آپ نے ہدایت و فطرت کے تقاضوں کو پالیا۔ بیت معمور اور سدرۃ المنتہیٰ اور اس پر تجلیات گونا گوں کا ظہور یہ سب واقعات ایسے ہیں جن کی تشریح کے لیے رمز و اشارہ کی منطق زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس پورے واقعہ کے لیے شہود و مثال کے بین بین ایک عالم فرض کرنا، معراج کو روحانی ماننے سے قطعی مختلف نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شاہ صاحب بھی معراج کو روحانی ہی مانتے ہیں۔ البتہ انہوں نے اس کے لیے پیرایہ بیان اور اصطلاحیں دوسرے ڈھنگ کی استعمال فرمائی ہیں، جیسا کہ ہم نے ابتداء میں کہا ہے، صحیح مسلک معراج کے باب میں وہی ہے جو جمہور نے اختیار کیا کہ آنحضرت ﷺ جسد عرضی کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ان تمام احوال و کوائف کو انہوں نے برای العین ملاحظہ فرمایا جو اس دوران میں پیش آئے۔

معراج کب ہوا:

اختلاف روایات کے باوجود بنیادی باتوں میں اتفاق ہے، اس سلسلے کے کچھ اور سوالات بھی ہیں جو جواب طلب ہیں، مثلاً تاریخ معراج میں اختلاف ہے، شریک اسے نبوت سے پہلے کا قصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اس پر ان کی کسی نے موافقت نہیں کی۔ بعض کے نزدیک قریب قریب بعثت کے پانچویں سال یا اس کے پس و پیش کا ظہور ہوا۔ زہری رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ہجرت سے کچھ ہی پہلے کی یہ بات ہے۔

روایات کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ زہری رحمہ اللہ کی رائے زیادہ اقرب الی الصحۃ ہے، کیوں کہ معراج ہی میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا اعلان ہوا، اور اس میں مؤرخین کے درمیان کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا، کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھی ہیں اور یہ طے ہے کہ حضرت خدیجہ کا انتقال ہجرت سے تیسرے سال یا پانچویں سال ہوا ہے۔ یہی زمانہ اسلام کے لیے بہت سخت تھا اور آنحضرت کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ معراج کی تفصیلات میں اختلاف اس ڈھنگ کا ہے کہ ابوشامہ

ڈھنگ کے ذرائع اور وسائل اختیار کرتا ہے، جن سے لوگ عموماً آشنا نہیں ہوتے۔ معجزات کے باب میں دراصل غلط فہمی یوں پیدا ہوتی ہے کہ ہم پہلے ہی مرحلے پر انہیں ایسے خطاب اور مستثنیات فرض کر لیتے ہیں جن کی تکوینی حیثیت مشکوک ہوتی ہے، حالاں کہ یہ بات صحیح نہیں۔ معجزہ بھی درحقیقت اس کارخانہ حیات کی ایک ضروری اور ناگزیر جنبش سے تعبیر ہے۔ البتہ اس کی افادیت کے پہلوؤں تک ہمارے موجودہ علوم فی الحال نہیں پہنچ پائے۔

شاہ صاحب کا مسلک:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ میں معراج کی جسمائیت کو مانا ہے۔ لیکن اس واقعہ کے لیے انہوں نے جو فضا تسلیم کی ہے وہ یہ ہے جسے وہ عالم شہود اور عالم مثال کے بین بین ایک برزخ سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر اپنے مخصوص رنگ میں ان تمام احوال و کیفیات کی تشریح فرماتے ہیں، جو آنحضرت ﷺ کو معراج کے سلسلے میں پیش آئے۔ مثلاً شق صدر سے مراد، انوار ملکیت کا غلبہ اور استیلا ہے، براق پر سوار ہونا نفس ناطقہ کا نفسِ نسیم پر قابو پانا ہے، مسجد اقصیٰ تک جانا اس لیے ہے کہ ملائے اعلیٰ کے ہم عالیہ اور بڑے بڑے شعائر کا مرکز بھی جگہ ہے، آسمانوں پر یکے بعد دیگرے پہنچنا، اس غرض سے ہے تاکہ انسان کے مراتب میں جو تدریج ہے، اسے واضح کیا جائے۔ اسی طرح سدرہ سے مراد سدرہ کون ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ معراج کی اکثر جزئیات کا مزاج اشاری یا رمزیہ Symbolic ہے، اور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جس نہج سے ان واقعات کی توضیح فرمائی ہے، وہ ان کی اشاریت پر بولتی ہوئی تصویر ہے۔ آنحضرت ﷺ کا مسجد اقصیٰ تک جانا اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بینر نیطی حکومت کی سرحدوں تک اسلام پھیلے گا۔ انبیاء کی امامت سے یہ مقصود ہے کہ آنحضرت کے مقام اور جلالت قدر کی وضاحت کی جائے۔ شراب کے قدحوں کو ٹھکرانا اور دودھ کی طرف ہاتھ بڑھانا ٹھیک اس حقیقت پر دلالت کناں ہے کہ اسلام کا مزاج عین فطرت انسانی کے مطابق ہے، اسی لیے اس پر آپ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا

بڑے انعام و تحفہ کا اضافہ ہوا جو آنحضرت ﷺ آسمان سے لائے،
یعنی پنج گانہ نماز۔

غور کیجیے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی معراج ہی کی ایک شکل ہے۔
معراج کی بنیادی خصوصیت اس کے سوا اور کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ
باوجود گوشت پوست کی فطری کمزوریوں کے اس عالم کرب و الم سے
اتنا جدا، اتنا متبائن اور بلند ہو جاتے ہیں کہ زمان و مکان کی کشاکش اور
وقت و مقام کی الجھنیں آپ کے فکر و خیال کو مشوش نہیں کر پاتیں۔ اور
نماز بھی تو اسی کیفیت کا انعکاس چاہتی ہے اور اسی یکسوئی کی طالب
ہے وہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نمازیوں پڑھو جیسے تم خدا کو
دیکھ رہے ہو کانک تراہ یا یہ کم از کم وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ تو اس
کا مطلب یہی تو ہے کہ نماز مسلمان رسم و عادت کے انداز سے نہ
پڑھے، بلکہ اس خشوع و خضوع سے پڑھے، اس توجہ اور محویت سے
پڑھے کہ گویا آنکھیں حسن یار کا جائزہ لے رہی ہیں۔ کان اس کی میٹھی
میٹھی باتوں سے لطف اندوز ہیں، اور دل اس کے قرب و اتصال کی
لذتوں سے مسرور۔

اگر نماز سے معراج کی سی کیفیتیں تم دل و دماغ پر طاری نہیں
کرتے تو نماز کا یہ صرف ظاہر ہے، اس کی روح سے بہر آئینہ محرومی
ہی رہی۔

﴿قَوْلٌ لِّلْمَصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝﴾

(الماعون: ۵، ۶)

”ان نماز پڑھنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے، جو اپنی
نمازوں کی طرف سے غفلت کرتے ہیں۔“
کیا وہ لوگ جو معراج کو صرف ایک تقریب اور تہوار ہی سمجھتے
ہیں، اس حقیقت پر غور کریں گے اور معراج کے تحفہ و پیغام پر اس انداز
سے سوچیں گے اور اپنی نمازوں کو رسم و عادت کی سطح سے بلند کر کے
قلب و روح کی بالیدگی و رفعت کا ذریعہ قرار دیں گے۔



نے ان سے عہدہ برا ہونے کی یہ صورت نکالی ہے، کہ اس میں تعدد
مانا جائے، حالاں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے جو آنحضرت کی زندگی میں
پیش آیا۔ کیوں کہ اگر یہ ایک نہ ہوتا تو قرآن وحدیث میں اس کی
وضاحت ہوتی، اس کے برعکس بادی تامل تمام روایات سے یہ مترشح
ہوتا ہے کہ ایک ہی سیاق ہے جس کی یہ تمام جزئیات ہیں۔ جزئیات کا
اختلاف ایسے موقع پر قدرتی ہے اور ایسا نہیں ہے کہ تطبیق ناممکن ہو،
اور سوا تعدد معراج کے ماننے کے کوئی چارہ کار نہ ہو۔

تعدد معراج سے زیادہ موزوں صورت یہ ہے کہ اس کی بعض
جزئیات میں تعدد و تکرار مان لیا جائے۔ مثلاً شق صدر کا واقعہ معراج
کے سیاق میں بھی مذکور ہے اور اس سیاق میں بھی اس کا ذکر آیا ہے،
جب آپ ابھی اپنی دایہ کے پاس تھے اور بہت کم سن تھے۔ اسی طرح
دودھ اور شراب کے قدحوں کا پیش کیا جانا اور آپ کا دودھ کو پسند فرمانا
اور شراب کو ہاتھ نہ لگانا دو مرتبہ آیا ہے۔ اس میں اور اس قبیل کی
دوسری جزئیات میں تعدد مانا جاسکتا ہے۔ باقی اختلافات ایسے ہیں کہ
ان میں فرق تقدیم و تاخیر کا ہے یا تطویل و اختصار کا ہے۔ تو یہ چوں کہ
ایک ایسا واقعہ ہے، جس کے ساتھ جزئیات کی خاصی فہرست وابستہ
ہے، اسی لیے ان میں ٹھیک ٹھیک ترتیب کا ملحوظ نہ رہنا مستبعد نہیں۔
دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس میں معراج کی اہم کڑیوں پر رواۃ کا
اتفاق ہے، اور خدا و خال کی یکسانی قطعی اس ڈھنگ کی ہے کہ جس
سے واقعہ معراج کا پورا چہرہ پہچانا جاسکتا ہے۔

معراج کا تحفہ:

یوں تو اس سیر میں پورے ملکوت السموات کے مناظر و تجلیات کو
جو آنحضرت ﷺ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فکر و ذہن کے لیے
معارف و معلومات کی ایک دنیا بہم پہنچائی، اس کی قدر و قیمت ہی کیا
کم تھی بلکہ اس نور خالص کی بھی دید نصیب ہوئی جس کے متعلق ارشاد
ہے کہ ﴿لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ کہ آنکھیں
اس کا ادراک نہیں کر پاتیں اور اس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ ہاں
اس کی ذات البتہ ہر شے کا ٹھیک ٹھیک علم رکھتی ہے۔ اس پر بہت

علوم حدیث کا آغاز و ارتقاء..... ایک تحقیقی کاوش

مس ظل ھا

(۵۸۰ھ)	چوتھا دور
<p>پانچواں دور</p> <p>یہ دور ساتویں ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری تک ہے۔ یہ فن علوم حدیث میں تدوین کی پختگی اور کاملیت کا دور ہے۔ اس میں ایسی تصانیف ضبط تحریر میں لائی گئیں جن میں اس علم کی انواع کو مکمل طور پر بیان کر دیا گیا۔ نیز عبارات کی تہذیب اور دقیق مسائل کی تحقیق کو بھی باریک بینی کے ساتھ منضبط کیا گیا اور ان تمام کتب کے مصنفین وہ جلیل القدر ائمہ تھے جنہوں نے احادیث کو اچھی طرح حفظ کیا اور اپنے آپ کو اس علم کے متون اور اسانید کے احوال کے بارے میں درایت اور روایت کے اعتبار سے کھپا دیا تھا۔ انہوں نے علمی قواعد کے بارے میں تقلید نہیں کی بلکہ اپنی رائے سے اجتہاد کیا، بہت ساری چیزوں کا مناقشہ کیا اور سابقہ لوگوں کی مخالفت بھی کی۔ اس دور کی اہم تالیفات یہ ہیں:</p> <p>۱۔ علوم الحدیث: ابن خلفون (۶۳۶ھ)</p> <p>۲۔ انواع علوم الحدیث: قاضی القضاۃ احمد بن خلیل بن سعادة (۶۳۷ھ)</p> <p>۳۔ علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح: ابو عمرو عثمان بن الصلاح الشہر زوری (۶۴۳ھ)</p> <p>۴۔ ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق: محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (۶۷۶ھ)</p> <p>۵۔ التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر والنذیر: ایضاً</p> <p>۶۔ المختصر فی علم اصول الحدیث: علاء الدین علی ابن ابی الحزم القرشی</p>	<p>یہ دور چوتھی صدی ہجری کے نصف سے ساتویں صدی ہجری کے آغاز تک محیط ہے۔ یہ علوم حدیث کی جامع تالیفات کا دور ہے اس میں علوم حدیث تدوینی نوعیت سے بہہ پڑا۔ اس دور میں علماء نے سابقہ لوگوں کی تصانیف پر بھروسہ اور اکتفا کیا۔ انہوں نے ایک فن کی مؤلفات میں موجود متفرق چیزوں کو ایک ہی جگہ پر جمع کر دیا اور سابقہ مصنفوں سے جو چیزیں رہ گئی تھیں۔ ان کا استدراک کیا۔ علماء سے نقل شدہ معلومات کو اسناد کے ساتھ درج کیا، ان پر تعلیقات لکھیں اور ان سے استنباط کیا۔ اس دور میں لکھی جانے والی اہم کتب درج ذیل ہیں:</p> <p>۱۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: ابو محمد راہر مزی الحسن بن عبد الرحمن بن خلاد (۳۶۰ھ)</p> <p>۲۔ الکفایہ فی علم الراویۃ: ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ)</p> <p>۳۔ الجامع للاحلاق الراوی وآداب السامع: ایضاً</p> <p>۴۔ معرفۃ علوم الحدیث: ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ النیشاپوری (۴۰۵ھ)</p> <p>۵۔ المستخرج: ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی (۴۳۰ھ)</p> <p>۶۔ المغنی فی علم الحدیث: عمر بن بدر (۵۳۲ھ)</p> <p>۷۔ الامارۃ الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقید السماع: قاضی عیاض بن موسیٰ الجصبی (۵۴۴ھ)</p> <p>۸۔ مالایسع المحدث جملہ: ابو حفص عمر بن عبد اللہ المجید المیاخی القرشی</p>

- ٢٢- التذكرة في علوم الحديث: أيضاً
- ٢٣- محاسن الاصطلاح في تضمين كتاب ابن الصلاح: ابو حفص سراج الدين عمر بن ارسلان بن نصير البلقيني المصري الشافعي (٨٠٥هـ)
- ٢٤- التقييد والايضاح لما اطلق واغلق: زين الدين عبد الرحيم عراقي (٨٠٦هـ) من كتاب ابن الصلاح
- ٢٥- الفية: حافظ عبد الرحيم بن الحسين العراقي (٨٠٦هـ)
- ٢٦- المورد الاصفاء في علوم حديث المصطفى: بنس الدين محمد ابن عبد الرحمن بن عبد الحائق البرسي (٨٠٨هـ)
- ٢٧- اشرفات الاصول في احاديث الرسول: زكريا بن محمد القايني (٨٠٨هـ)
- ٢٨- مختصر جامع بمعرفة علوم الحديث: سيد شريف ابو الحسن علي بن محمد بن علي الحسيني الجرجاني (٨١٦هـ)
- ٢٩- شرح على نخبة الفكر: كمال الدين ابو عبد الله محمد بن حسن بن علي بن يحيى بن خلف الله بن خليفه اسمى الدارمي المالكى الشافعي الاسكندراني (٨٢١هـ)
- ٣٠- مقدمه في علم الحديث: ابو الخير محمد بن محمد الجوزي (٨٣٣هـ)
- ٣١- تذكرة العلماء في اصول الحديث: أيضاً
- ٣٢- الهداية الى علم الرواية: أيضاً
- ٣٣- تنقيح الاقطار في علوم الآثار: محمد بن ابراهيم المشهور ابن الوزير (٨٤٠هـ)
- ٣٤- نخبة الفكر في مصطلح أهل الاثر: احمد بن علي المعروف ابن حجر عسقلاني (٨٥٢هـ)
- ٣٥- زهدة النظر في توضيح نخبة الفكر: أيضاً
- ٣٦- التكت على كتاب ابن الصلاح: أيضاً
- ٣٧- شرح قصيدة الاشعري: قاسم بن قطلوبغا (٨٤٩هـ)
- ٣٨- التكت الوفيه في شرح الالفية: برهان الدين عمر بن ابراهيم البقاعي (٨٨٥هـ)
- ٣٩- العالي الربية في شرح نظم النخبة: تقي الدين ابو العباس احمد بن محمد
- المعروف بابن النفيس (٦٨٤هـ)
- ٤- القصيدة الغرامية: ابو العباس احمد بن فرح بن احمد الاشعري (٦٩٩هـ)
- ٨- الاقتراح في بيان الاصطلاح: ابو الفتوح محمد بن علي بن وهب بن مطيع المعروف ابن دقيق العيد (٤٠٢هـ)
- ٩- علوم الحديث: ابو العباس احمد بن عبد الحليم ابن تيمية (٤٢٨هـ)
- ١٠- رسوم الحديث في علم الحديث: برهان الدين ابو محمد عمر بن عمر بن عبر الخليلي (٤٣٢هـ)
- ١١- المنهل الروي في علوم الحديث النبوي: بدر الدين ابو عبد الله محمد بن ابراهيم بن سعد الله (٤٣٣هـ)
- ١٢- اللطائف: ابن منزه (٤٣٣هـ)
- ١٣- الخلاصة في اصول الحديث: ابو عبد الله شرف الدين الحسين بن عبد الله بن محمد الطيبي (٤٣٣هـ)
- ١٤- المؤقت في علم مصطلح الحديث: ابو عبد الله شمس الدين محمد بن احمد الذهبي (٤٣٨هـ)
- ١٥- الهداية في علوم الرواية: بنس الدين ابو الخير محمد بن محمد بن محمد بن الجزري القرشي (٤٥١هـ)
- ١٦- اختصار علوم الحديث: عماد الدين ابو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير دمشقي (٤٤٢هـ)
- ١٧- التكت الوفيه بما في شرح الالفية: ابراهيم بن عمر البقاعي (٤٤٥هـ)
- ١٨- المغني في علم الحديث: احمد بن محمد بن صاحب (٤٨٨هـ)
- ١٩- التكت على مقدمه ابن الصلاح: بدر الدين محمد بن بهادر بن عبد الله الزركشي (٤٩٣هـ)
- ٢٠- كتاب الدراية في معرفة الرواية: غياث الدين ابو العباس محمد بن محمد بن عبد الله السرياني العقولي (٤٩٤هـ)
- ٢١- المفتاح في علوم الحديث: سراج الدين ابو علي عمر بن علي بن احمد الانصاري المعروف ابن ملقن (٨٠٢هـ)

٣٠- صعود المراتي: قطب الدين الخيزري (٨٩٣هـ)

٣١- اقوال الرضوية بمعرفه الاصول: محمد بن مصطفى الدسوقي امام سخاوي (٩٠٢هـ)

٣٢- فتح المغيبي في شرح الفقيه الحديث: محمد بن عبد الرحمن السخاوي (٩٠٣هـ)

٣٣- رساله في علوم الحديث: جلال الدين محمد بن اسعد الديواني الصديقي (٩٠٤هـ)

٣٤- بلغة الحشيش في علوم الحديث: يوسف بن حسن بن عبد الهادي (٩٠٩هـ)

٣٥- الفيه السيوطي في علم الحديث: جلال الدين سيوطي (٩١١هـ)

٣٦- رساله في حدود الحديث: ايضاً

٣٧- الروض المكمل والورد المجلل في مصطلح الحديث: ايضاً

٣٨- تدريب الراوي في شرح تقريب النووي: ايضاً

٣٩- فتح الباقي بشرح الفقيه العراقي: شيخ الاسلام زكريا الانصاري ابويحيى زكريا بن محمد النيسكي الازهري

٥٠- مصباح الظلام في علم حديث الرسول عليه السلام: حسين بن علي (٩١٤هـ)

٥١- المختصر: محمد بن سليمان بن سعد ابو عبد الله الكافجي (٩٢٨هـ)

٥٢- فهم ذوي النظر في شرح منظومه الاثر: محمد بن محفوظ الترمسي (٩٢٨هـ)

٥٣- سلك الدرر في مصطلح اهل الاثر: شيخ الاسلام محمد رضي الدين ابو الفضل بن محمد ابوالبركات رضي الدين بن احمد الفري (٩٣٥هـ)

٥٤- رساله في معرفه انواع علم الحديث: شمس الدين احمد بن سليمان الرومي المعروف ابن كمال پاشا (٩٣٠هـ)

٥٥- كفو الاثر في صفو علوم الاثر: رضي الدين محمد ابن يحيى بن يوسف الحلي (٩٦٣هـ)

٥٦- اصول الحديث: زين الدين محمد بن بير علي البرغوثي (٩٨١هـ)

٥٧- المختصر في مصطلح اهل الاثر: شيخ عبد الله بن بهاء الدين محمد ابن عبد الله الحنفي الشنشوري (٩٩٩هـ)

چھٹا دور

یہ دور دسویں صدی ہجری سے لے کر موجودہ صدی کی ابتداء تک ہے۔ اسے ٹھہراؤ اور جمود کا دور کہا گیا ہے۔ اس میں علوم حدیث کے مسائل میں اجتہاد سے توقف اختیار کیا گیا اور تصانیف میں بھی کسی قسم کی خاص پیش قدمی نہیں کی گئی۔ شعرونشر کے اعتبار سے بہت سی مختصر کتب منظر عام پر آئیں اور کاتین موضوع کی گہرائی میں جا کر تحقیق یا اجتہاد کرنے کی بجائے مؤلفین کی عبارات کے لفظی مناقشات میں مشغول ہو گئے۔

اس دور کی مؤلفات میں سے چند ایک یہ ہیں:

١- شرح قصیدہ الاشیعی: بد الدین محمد بن یحییٰ بن عمر العراقي المالکی القرانی (١٠٠٨ھ)

٢- رساله مصطلح الحديث: ملا علی بن سلطان محمد المعروف القاری الحنفی (١٠١٣ھ)

٣- مصطلحات اهل الاثر علی شرح نخبه الفكر: ايضاً

٤- الدرر في مصطلح اهل الاثر: يونس الاثری الرشیدی (١٠٢٠ھ)

٥- اليواقيت والدرر في شرح شرح نخبه الفكر: محمد عبد الرؤف بن تاج العارفين الحدادی المناوی القاهری (١٠٢١ھ)

٦- بغية الطالبين لمعرفة اصطلاح المحدثين: ايضاً

٧- التوضيح البهر لتذكرة ابن الملقن: احمد بن قرح اللخمي (١٠٣١ھ)

٨- قضاء الوطر من نزاهة النظر: شيخ امداد ابراهيم بن حسن اللقاني (١٠٣١ھ)

٩- المنظومة البيقونية: عمر بن محمد بن فتوح البيقوني دمشقي (١٠٨٠ھ)

١٠- شرح الزرقاني على البيقونية: محمد بن عبد الباقي الزرقاني المصري المالكي (١١٢٣ھ)

١١- بجه النظر شرح علی شرح نخبه الفكر: محمد صادق بن عبد الهادي

- ۱۲۔ الحدیث والحدیثون: محمد ابو زھو
 - ۱۳۔ منہج الحدیث فی علوم الحدیث: محمد السامحی
 - ۱۴۔ منہج النقد فی علوم الحدیث: نور الدین عتر
 - ۱۵۔ الدراسات فی الحدیث النبوی: مصطفیٰ اعظمی
 - ۱۶۔ منہج النقد عند المحدثین: ایضاً
 - ۱۷۔ حجۃ السنۃ: عبدالغنی عبدالخالق
 - ۱۸۔ اصول الحدیث: عجّاج الخطیب
 - ۱۹۔ السنۃ قبل التدوین: ایضاً
 - ۲۰۔ المختصر الوجیز فی علوم الحدیث: ایضاً
 - ۲۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث: ڈاکٹر محمود طحان
 - ۲۲۔ الاسلوب الحدیث فی علوم الحدیث: علامہ الشیخ امین شیخ (۴۲)
- علوم حدیث سے متعلق اردو زبان میں لکھی جانے والی کتب کا تعارف ایک دوسرے مضمون میں ہے۔ اس لیے یہاں ان کا تذکرہ نہیں کیا جا رہا۔
- نوٹ: مقالہ نگاری کی کوشش اور کاوش قابل قدر ہے۔ تاہم مقالہ نگار مصر، دمشق، لبنان، شام، سعودی عرب اور بعض دیگر عرب ریاستوں کے وقیع مکتبات کی فہرست ہائے کتب منگوائیں اور ان سے استفادہ جاری رکھیں تو اس فہرست میں گراں قدر اضافہ ہو سکتا ہے۔ (الاعتماد)



ضرورت ہے

ایک اسٹنٹ منیجر کی ضرورت ہے۔ متشرع، سلفی العقیدہ اور خوش خط لکھنا جانتا ہو، لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔ امیدوار اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی درخواست ارسال فرمائیں۔

ابوالعباس

C/o الاعتماد، 31 شیش محل روڈ، لاہور

- السندی (۱۱۳۸ھ)
 - ۱۲۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار: محمد بن اسماعیل الامیر الحسنی الصنعانی (۱۱۸۲ھ)
 - ۱۳۔ حاشیہ علی البیہقیہ: شیخ عطیہ الاجھوری (۱۱۹۰ھ)
- ساتواں دور
- یہ اس صدی ہجری کے شروع لے کر عصر حاضر تک کا عرصہ ہے۔ اس دور میں امت عالم اسلامی کے مشرق و مغرب کے ساتھ اتصال اور عسکری و فکری استعمار کے نتیجے کے طور پر پیدا ہونے والے خطرات کے لیے متنبہ ہو گئی۔ اور علمائے کرام نے ان خطرات کو بھانپتے ہوئے جو مستشرقین کے سنت کے متعلق شبہات و اعتراضات پیدا ہو رہے تھے، کی تردید میں متعدد کتب لکھیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔
- ۱۔ ظفر الامانی فی المختصر الجرجانی: ابو الحسنات محمد عبدالحی الکھنوی (۱۳۰۴ھ)
 - ۲۔ العرجون فی شرح البیہقون: نواب صدیق حسن (۱۳۰۷ھ)
 - ۳۔ منہج ذوی النظر فی شرح منظومہ اهل الاثر: محمد محفوظ بن عبد اللہ الترمسی (۱۳۲۹ھ)
 - ۴۔ قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث: جمال الدین قاسمی (۱۳۳۲ھ)
 - ۵۔ توجیہ النظر الی علم الاثر: شیخ طاہر بن صالح الجزائری (۱۳۳۸ھ)
 - ۶۔ مصطلح الحدیث: شیخ عبدالغنی محمود (۱۳۳۶ھ)
 - ۷۔ طراز الحدیث فی فنون مصطلح الحدیث: محمد ابو الفضل الوراقی (۱۳۵۰ھ)
 - ۸۔ الموجز فی علوم الحدیث: محمد علی ابن احمد (۱۳۶۳ھ)
 - ۹۔ علوم الحدیث: صحیحی صالح
 - ۱۰۔ مفتاح السنۃ أو تاریخ فنون الحدیث: عبدالعزیز خولی
 - ۱۱۔ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی: ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی

دعوت کی تین منزلیں

محمد اسحاق

سمجھ لیجیے آپ ابھی اسلام میں کچے ہیں اور وہاں تک نہیں پہنچ سکے جہاں تک آپ کو پہنچنا چاہیے تھا۔

شریعت کا اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ دنیا کے ہر انسان کے کانوں تک اسلامی اصول و معتقدات کا تمام ذخیرہ پہنچا دیں۔ لیکن اس سلسلے کی تین اہم چیزیں کسی کی نظر سے اوجھل نہیں رہنی چاہئیں۔

جب آپ اسلامی اصولوں کو اپنا لیتے ہیں، اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں، تو آپ کے کندھوں پر کچھ نئی ذمہ داریوں اور کچھ جدید تقاضوں کا بوجھ آ پڑتا ہے جن سے پہلو تہی اسلام سے انحراف ہوگا۔

جب کوئی انسان اپنی اسلامی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے، اور اس احساس سے متاثر ہو کر وہ کسی دوسرے شخص کو اسلام کی دعوت دینا چاہتا ہے، تو وہ اس چیز کو خوب سمجھ لے جس کی طرف کسی کو دعوت دیتا ہے۔

پہلے خود اس کے نشیب و فراز کا بغور مطالعہ کرے اور اس موضوع کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہنا چاہیے، جس کی طرف اس کی اپنی فکر نے پرواز نہ کی ہو، وہ جس موضوع پر دوسرے کے ساتھ گفت گو کرتا ہے اور اس سے توقع رکھتا ہے کہ اس کا مخاطب اس کی بات مانے، تو اس کو پہلے خود اپنی بات کے تمام پہلوؤں کی حقانیت پر پورا وثوق ہونا چاہیے، اور اس کو اپنے ذہن پر اعتماد ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مخاطب کو ہر طریق سے اپنی بات کی سچائی کا قائل کر سکتا ہے، یعنی زیر بحث موضوع پر اس کا مطالعہ وسیع ہے اور وہ اسے اچھے انداز

اسلام چند ایسی صداقتوں اور حقیقتوں سے عبارت ہے جن سے ہر مسلمان کی واقفیت ضروری ہے، کیوں کہ اسلام دین فطرت ہے، اور اس کا قدرتی تقاضا ہے کہ آپ اس کے تمام پہلوؤں پر نگاہ رکھیں ہوں پھر آپ نے اس کی جن اچھائیوں کو سمجھا ہے، اس کو دوسرے کے ذہن میں منتقل کرنے کی کوشش کریں۔ بلغوا عنی ولو ایتہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں اسلام کے جس حکم سے آگاہی ہو، اس سے دوسرے کو بھی آگاہ کرو۔ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی ﷺ نے عالم اسلام کے نام آخری تقریریں نشر کرتے ہوئے فرمایا: فلیبلغ الشاهد الغائب۔

جو لوگ یہاں نہیں آسکے ان تک میری تمام باتیں پہنچا دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے متعلق جو شے بھی کسی کے ذہن میں ہو، اسے دوسروں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کریں۔ نیکی کے بتانے اور برائی سے روکنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ شریعت کو پسند نہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَنْحِي مِنَ الْحَقِّ﴾

اللہ تعالیٰ سچائی سے قطعاً نہیں شرماتا، اگر آپ شریعت اسلامی کا مطالعہ کریں گے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کے ہر حکم اور اس کی ہر نبی سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ خصوصاً اسلامی ذہن اور اسلامی سوچ و فکر رکھنے والے طبقے کو تو اس پر لازماً عمل کرنا چاہیے۔ آپ مسلمان بھی ہوں اپنے ذہن کے چوکھٹے میں اسلامی معلومات بھی رکھتے ہوں، اس کے تمام اوامر و نواہی سے واقف بھی ہوں، اور پھر اس کو ماننے اور منوانے میں جھجک بھی محسوس کریں، تو

سے سمجھا سکتا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ وہ جو کچھ دوسرے کے پاس لے کر آیا ہے، اس پر اس کا اپنا عمل ہو اور اس کی سچائی پر پورا یقین ہو۔

تیسری شے یہ ہے کہ اس کے پاس اپنے مقصد کی وضاحت کے لیے اچھے الفاظ کا ذخیرہ ہو، یعنی وہ جہاں اپنے مقصد کو ایک پاکیزہ مقصد سمجھتا ہے، وہاں دوسرے کو سمجھانے کے لیے بھی اس کے پاس بہتر الفاظ ہوں، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے، کہ وہ کس قسم کے انسان سے گفتگو کر رہا ہے، مخاطب کی طبیعت کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مبلغ ایک ایسے آدمی کے پاس دعوت و تبلیغ کے لیے جاتا ہے، جو اسلام کے ابتدائی تقاضوں اور مسلمات ہی سے منکر ہوتا ہے، اور اس کی راہ مبلغ کی راہ سے بالکل مخالف سمت کی ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے پاس اگر آپ جا کر یہ کہیں کہ دیکھو بھائی تمہاری داڑھی منڈھی ہوئی ہے، تمہارا لباس اسلام کے خلاف ہے، تمہاری نشست و برخاست پر اسلام کا پر تو نہیں پڑتا، تو وہ آپ کی ایسی باتوں پر خندہ استہزاء کرے گا۔ ایک ایسے شخص کو پہلے اسلام کے اصول و معتقدات سے روشناس کرایا جائے اور اسے بتدریج اسلام کے ایسے مسلمات بتائے جائیں جن کو نہایت آسانی کے ساتھ اس کا ذہن قبول کرے، پھر جب وہ اس سطح پر آجائے، جہاں آپ خیال کریں کہ اب وہ اسلام کے ادنیٰ سے ادنیٰ حکم سے بھی فرار نہیں اختیار کرے گا تو آپ اس سے جو کچھ جی چاہے منوا سکتے ہیں۔

تو گویا دعوت کے لیے تین ضروری چیزوں کا ہر داعی حق کے پیش نظر رہنا لازمی ہے۔

۱: اپنے مقصد کی حقانیت پر وثوق۔

۲: داعی کا اس پر خود اپنا عمل اور دعوت کے لیے ایسے الفاظ کا انتخاب کہ مخاطب خواہ مخواہ اس سے متاثر ہو۔

۳: مخاطب کی طبیعت کا لحاظ، اس کے ذہن و فکر کا پورا پورا احساس۔
افسوس ہے کہ ہمارے اکثر مبلغین میں یہ تین ضروری امور نہیں ہیں، جس کا نتیجہ اکثر اوقات اچھا نہیں نکلتا۔ اگر یہ تین بنیادی امور سامنے رہیں۔ تو ایسے ذہن کو بآسانی اسلام کی طرف کھینچ کر لا سکتے ہیں، جو اسلام سے دور ہیں۔

خود عہد رسالت میں ایسے واقعات کی نشان دہی ہوتی ہے۔ کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو ان کے ذہن ان کے ماحول اور عام طبیعتوں کو پیش نظر رکھا۔ کئی اہم امور آپ نے محض اس لیے روک لیے کہ عام طبائع پر الٹا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ مسئلہ رکھا کہ میں حطیم کو کعبۃ اللہ میں شامل کرنا چاہتا ہوں لیکن عام ذہنوں کا چوں کہ اس سے پھسل جانے کا خطرہ ہے، اس لیے اس پر عمل نہیں کر سکتا۔

اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ ایک محلے کی مسجد کے امام تھے اور نماز میں بہت طول کر دیتے تھے، جس سے ان کے مقتدی پریشان ہوئے اور اتنے اکتا گئے کہ دربار رسالت میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی شکایت کرنا پڑی کہ وہ نماز پڑھاتے وقت اتنی لمبی نماز کر دیتے ہیں کہ ان کے مقتدی اس طوالت کو برداشت نہیں کر سکتے، آپ نے حضرت معاذ کو ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا کہ افتنان انت یا معاذ؟

معاذ کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ تمہارے مقتدیوں میں بیمار بھی ہیں، کمزور بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں۔ ان کا کیوں خیال نہیں رکھتے۔ اگر تمہیں نماز کو طول دینے کا اتنا ہی شوق ہے، تو تنہا نماز پڑھو یعنی امامت میں لوگوں کی رعایت ضروری ہے۔

حضور ﷺ خود لمبی نماز کے حق میں تھے، لیکن عوامی ذہن کو نظر انداز نہیں فرمایا، اس طرح کے اور بھی کئی واقعات ہیں جن سے معلوم

ضروری اعلان

ضلع قصور سے ملحقہ دیہات میں علماء، خطباء و قراء کی اشد ضرورت ہے۔ معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔

شرائط

① شادی شدہ ہو۔ ② مستند عالم اور قاری ہو۔

③ قاری خطیب بھی ہو۔

اشاعت و تبلیغ دین سے سرشار اور مخلص افراد رابطہ کریں۔

(رابطہ: 0321-8429014 - 0321-6562071)

ہوتا ہے کہ اسلام کے داعیوں کا یہ اولیں فرض ہے کہ وہ بات کرنے سے پیشتر اس ماحول اور طبائع کو ذہن میں رکھیں، جہاں وہ اسلامی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ بعض اوقات ان معاملات کو ملتوی بھی کیا جاسکتا ہے، جن کا تعلق اصول سے مختلف ہو۔ اسلام سے اجنبی ذہن کے لوگوں کو پہلے اسلام کے موٹے موٹے تقاضوں اور اس کے مسلمات سے آشنا کرانے کی ضرورت ہے، جب وہ اونچی سطح پر آجائیں، تو پھر تمام اسلامی تقاضوں کو ان کے سامنے رکھا جائے اور پورے زور سے اسلام کے ہر چھوٹے بڑے حکم پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے اور برائی سے روکا جائے۔



مفتی محمد صدیق مظفر گڑھی کا انتقال پر ملال

استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد صدیق مظفر گڑھی رحمہ اللہ ۷ جون ۲۰۱۱ء بروز بدھ وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کم گو، عالم باعمل اور کہنہ مشق استاذ بلکہ استاذ الاساتذہ تھے۔ دارالحدیث محمدیہ جھنگ موڑ مظفر گڑھ کے مہتمم تھے۔ انہوں نے پوری زندگی تدریس و تعلیم میں گزاری۔ ان سے بے شمار طلباء نے علمی استفادہ کیا۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ہم ان کے لواحقین سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ (حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان)

دارالحدیث اوکاڑا میں تقریب بخاری شریف

دارالحدیث اوکاڑا میں ہر سال شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی بخاری شریف کی تدریس کرواتے ہیں۔ ممتاز سکالر مولانا ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر (اسلام آباد) ۱۱ جولائی ۲۰۱۱ء (۱۰ شعبان ۱۴۳۲ھ) بروز سوموار بعد نماز عصر درس ارشاد فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ) (عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث ساہیوال روڈ اوکاڑا۔ فون نمبر: 0321-4403173 / 044-2521460)

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ کے لیے دعائے صحت

مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ بعض عوارض کے باعث علیل ہیں۔ احباب جماعت و دوست احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں۔ اللہم اشفعہ شفاءً کاملًا عاجلاً۔

ضرورت رشتہ

ایک آدمی عمر ۳۵ برس، سینڈ میرج کا خواہش مند، تعلیم ایم ایڈ، ایسوسی ایٹ انجینئر، ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ دین دار گھرانے کو ترجیح ہوگی۔ رابطہ (عصرتا عشاء) 0321-4108375

حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ

تاریخ کے آئینہ میں

مولانا محمد رفیق اثری رحمہ اللہ

قضاء و افتاء:

اس علاقے میں جو لوگ اپنے نزاعات اور متنازع امور کا فیصلہ اسلامی شریعت کے مطابق کرنا چاہتے شیخ محترم کو اپنا قاضی مقرر کرتے اور فیصلہ حاصل کرتے۔ انجمن و مدرسہ کے قیام سے بہت پہلے اس علاقے میں مولانا چندوڑہ متونی ۱۸۸۵ھ ہو گزرے ہیں، جو اس علاقے کے معروف مفتی و قاضی تھے۔ (دیکھئے فقہاء ملتان، ص: ۴۱ مؤلفہ عمر کمال خاں ایڈووکیٹ، ص: ۴۱)

مسلم اہل حدیث کے متعارف کرانے میں ان کا وقیع اور بہت مفید کردار رہا ہے، ان کے بعد مولانا ابراہیم (م ۱۹۱۹ء) (اہل حدیث مسلک کے حامل و عامل اور مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کے بیٹے تھے) نے عمل بالحدیث و اتباع سنت کے لیے بہت کام کیا، ان کی تربیت یافتہ جماعت نے انجمن اہل حدیث قائم کی اور ۱۹۳۴ء میں شیخ محترم کی خدمات حاصل کیں۔ اسی وقت سے پورے علاقہ کے مسائل مشککہ کے حل کے لیے فتوے اسی ادارہ سے جاری ہوتے رہے۔ ابتداء میں ریکارڈ نہیں رکھا جاتا تھا۔ راقم الحروف نے ۱۹۵۷ء میں مدرسہ میں بطور معاون تدریسی کام شروع کیا تو خیال آیا کہ ان فتاویٰ کو محفوظ ہونا چاہیے۔ کئی سال تک یہ معمول رہا کہ حضرت الاستاذ العالی رحمہ اللہ سوالات کے جواب مجھے املاء کراتے تھے۔ تقریباً ۱۹۷۰ء کے بعد مجھے حکم ارشاد فرما دیتے کہ اس کا جواب لکھو۔ میرے لکھے کو لفظ بہ لفظ پڑھ کر دستخط فرما دیتے۔ آخر تک یہی معمول رہا۔ غالباً دو مواقع ایسے ہیں کہ مجھے دوبارہ جواب لکھنے کو ارشاد فرمایا۔

فتوے جس قدر محفوظ ہیں ان کی ترتیب کی ذمہ داری مولانا محمد افضل صاحب (کراچی) نے لی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں اچھے معیار پر شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ علم طب میں مہارت:

اس دور کے علمائے کرام بالعموم فن طب سے بھی واقف بلکہ اس کے ماہر ہوتے تھے۔ شیخ محترم کا استاذ گھرانہ طب کے میدان میں بہت آگے تھا۔ مولانا حبیب اللہ گمانوی رحمہ اللہ کے والد محترم بہت بڑے طبیب تھے۔ ان کی رفاقت و معیت میں انہیں بھی اس فن میں دسترس تھی۔ نیز فارسی میں مہارت کی وجہ سے فارسی کتب کی طرف مراجعت بھی رہتی تھی۔ جلال پور میں ان کا شاگرد حکیم جمال محمد صاحب بہت بڑا طبیب تھا۔ ان کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو رہتی تھی۔ طبابت کو بطور پیشہ نہیں اپنایا البتہ اپنے قریبی ساتھیوں کو طبی مشورے دیتے تھے اور وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔

علمی مباحثات و مذاکرات:

طالب علمی کے دور اور بعد ازاں علاقہ کے علماء و واعظین سے علمی مباحثات بھی ہوتے رہے جن کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ چند ایک کی تفصیل مل سکتی ہے جو درج کی جا رہی ہے:

۱: ایک شیعہ عالم نے دوران تقریر استدلال کیا کہ آیت مبارکہ ﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ لَا مَن عِنْدَهُ عِلْمٌ الْكِتَابِ ۝﴾ (الرعد: ۴۳)

”کہہ دو اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے والا

کافی ہے اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔“

میں ﴿مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ سے مراد علیؑ ہیں اور مفسرین اہل سنت کا مذاق اڑایا کہ وہ اس سے ایک یہودی عبد اللہ بن سلام وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ ایک نجی محفل میں اس پر گفتگو ہوئی تو شیخ محترم نے کہا اس آیت میں علیؑ مراد لینے کی کوئی تک نہیں ہے۔ شہادت میں کسی ایسی شخصیت کو پیش کیا جاسکتا ہے جو مخاطبین کی نظروں میں قابل اعتماد اور غیر جانبدار ہو۔ اس سے مراد عبد اللہ بن سلامؑ تو ہو سکتے ہیں کیوں کہ وہ اسرائیلی تھے اور مشرکین عرب مسلمانوں کی نسبت اسرائیلی علماء پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ بنی اسرائیل کے علماء کو مذہبی لحاظ سے اپنا طرف دار سمجھتے تھے نہ کہ مسلمانوں کو۔ رہے حضرت علیؑ تو مشرکین انہیں اپنا مخالف گردانتے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو۔ بلکہ ان کو آپ ﷺ کا طفیلی اور کم درجے میں سمجھتے تھے، تو ایسی صورت میں حضرت علیؑ کو کیا اہمیت دیتے؟

ان باتوں کا شیعہ عالم کوئی جواب نہ دے سکا البتہ یہ اعتراض کر دیا کہ سورہ مکی ہے اور عبد اللہ بن سلام کا تعارف ہجرت کے بعد ہوا، وہ کیسے اس آیت میں مراد ہو سکتے ہیں۔

شیخ محترم نے جواب دیا یہ سورہ مدنی ہے البتہ بعض مفسرین نے اسے مکی کہا ہے۔ مگر یہ آیت یقیناً مدنی ہے۔

اس نے دلیل کا مطالبہ کیا اور دعویٰ کیا کسی کتاب میں یہ بات نہیں ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ اہل سنت کی کتابوں میں بھی یہ نہیں ہے۔

شیخ محترم نے یہ بات تفسیر جلالین سے دکھا دی تو کہنے لگا نہیں شیعہ کتب سے دکھاؤ جس پر حاضرین نے کہا تم نے اہل سنت کی کتاب مانگی تھی، اس میں دکھا دیا ہے لہذا بات ختم ہے۔ یہ ۱۹۳۰ء کی بات ہے۔

ایک شخص شیعہ ذکر کریم بخش مسجد عباسی میں آیا جب کہ شیخ محترم احمد پور میں تھے۔ طلباء کی ایک جماعت کو کہنے لگا میں نے صحیح بخاری میں ایک حدیث دیکھی ہے، اس کا مفہوم نہیں سمجھ سکا کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں رات کے وقت بستر پر سوئی ہوتی، میری ٹانگیں

رسول اللہ ﷺ کی سجدہ کی جگہ ہوتیں، جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو میرے پاؤں کو ہاتھ لگاتے یعنی چنگی لیتے تو میں پاؤں کھینچ لیتی۔ پھر آپ کھڑے ہو جاتے تو ٹانگیں دراز کر لیتی۔ یہ بات کہنے کے بعد وہ توبہ توبہ کہنے لگا۔

شیخ محترم نے اس سے کہا اس میں توبہ کرنے والی بات کون سی ہے؟ کہنے لگا یہ تو بہت بری بات ہے مرد نماز پڑھ رہا ہے، سامنے اس کی بیوی ہے، وہ اس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتا ہے اور سجدہ کرتا ہے۔ شیخ محترم نے دلائل سے واضح کیا کہ اس میں کوئی شرعی قباحہ نہیں ہے، چنگی لینے والی بات غلط ہے۔ پاؤں کو ہاتھ لگانا جب کہ وہ اس طرح لیٹی ہوتی تھیں جس طرح آگے جنازہ ہوتا ہے نہ کہ اس طرح کہ وہ آپ کی طرف پاؤں کرتیں جسے تم عجیب سمجھ رہے ہو۔

آیت تطہیر کی توضیح:

ایک شخص جہاز شاہ جیونٹر نے نجی محفل میں یہ آیت پڑھی:

﴿اَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾ (الاحزاب: ۳۳)

اور شیخ محترم سے کہا جب کہ وہ تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس کے مصداق کون لوگ ہیں، عورتیں تو نہیں ہو سکتیں، کیوں کہ عنکم اور بطہرکم کی ضمیریں جمع مذکر ہیں، جس سے وہ مراد ہو سکتے ہیں جن میں مرد شامل ہوں اور وہ ہیں علی، فاطمہ، حسن، حسینؑ۔ شیخ محترم نے فرمایا دیکھئے جناب ان آیات مبارکہ میں بائیس ضمیریں ہیں جو جمع مؤنث مخاطبات ہیں۔ میں انما یرید اللہ سے پہلے اور دو اس کے بعد۔

پھر انما یرید اللہ والا جملہ بھی اسی آیت کا حصہ ہے جس کا آغاز ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ سے ہوتا ہے، اور جس میں چھ ضمیریں جمع مؤنث مخاطبات کی ہیں۔ اور ان آیات میں تین ”نداء“ ہیں، جن میں دو نداء ازواج مطہرات سے متعلق ہیں۔ اس سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ روئے سخن ازواج مطہرات کی طرف ہے۔ اور ان سب آیات میں ایسے احکام دیئے گئے ہیں جو حصول تطہیر کا سبب بن

خلیلا ی عوجا بارک اللہ فیکما
وان لم یکن ہند لارضکما قصدا
وقولا لہا لیس الضلال جارنا
ولکنا جرنال لنلقاکم عمدا
اسی طرح عربی کا ایک شعر ہے جسے زختری نے اپنی تفسیر میں
بطور استشہاد نقل کیا ہے۔ جہاز شاہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے تو اہل
بیت سے نچتن پاک کو ہی مراد لیا ہے اور چادر ڈال کر کہا:
اللہم ہولاء اہل بیتی فاذهب عنہم الرجس
وطہرہم تطہیرا۔

(جامع ترمذی، ج: ۴، ص: ۳۴۳)

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث مبارک میں آیت کا مصداق
نہیں بتایا جا رہا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ دعائیہ ہیں جس کا
مقصد یہ ہے کہ اے اللہ! ان چار کو بھی ان میں شامل فرما! اور یہ اس
لیے دعا فرمائی کہ آیت کا سیاق اس اعزاز میں ان چار کے شمول کو
ظاہر نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول
اللہ! میں؟ تو فرمایا انت علی مکانک انت علی خیر یعنی تو
اپنے مرتبے پر ہے اور تو اچھائی پر ہے۔ مقصد یہ کہ تیرے لیے اب
دعا کی ضرورت نہیں۔

جہاز صاحب نے کہا ہاں پھر اس سے معلوم ہوتا ہے ازواج میں
”رجس“ تھا جس کا ازالہ مقصود ہے، فضیلۃ الشیخ کی طرف سے جواب
آیا آپ صاحب علم ہیں۔ آپ کا عقیدہ ہے اس آیت کا مصداق
نچتن پاک ہیں جیسا کہ ابھی آپ نے کہا تھا تو بتائیں کیا ان میں
”رجس“ تھا؟ ماہو جو ابکم فہو جوابنا۔

راقم کہتا ہے مقصد قرآن یہ ہے کہ بصورت عدم تعمیل احکام مذکورہ
جو ”رجس“ ہے اس سے دور رکھنا ہے۔ یہی مقصد احکام مذکورہ ہے۔

مرزا دعویٰ نبوت میں کاذب ہے:

احمد پور شرقیہ میں چنی گوٹھ کے ایک گھاگ مرزائی کا آنا جانا تھا۔
وہ جب بھی ملتا حیات ومات مسیح کے مسئلہ کو چھیڑنے کی کوشش کرتا۔

سکتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس اعزاز کی اصل حق دار ازواج
النبی ﷺ ہیں۔ البتہ اس جملے میں ضمیر مذکر مخاطبین وارد ہے تو عرض
ہے یہ اندازِ مخاطب قرآن پاک میں دیگر مواقع میں بھی بیوی کے
لیے آیا ہے۔ سورہ ہود میں ہے:

﴿قَالَتْ يُوْثِقُنِيْ اَيْدِيْكَ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ط إِنَّ
هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْا اَتَعْجِبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحِمْتُ
اللّٰهَ وَبَرَكَتُهُ عَلٰیكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ط اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝﴾

”(ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ) نے کہا عجیب بات ہے میں بوڑھی
اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے کیا میں بچہ جنوں کی؟ فرشتوں نے
کہا اللہ کے فیصلہ پر تو تعجب کرتی ہے۔ اے اہل بیت تم پر
اللہ کی رحمتیں اور برکات ہیں۔ بے شک وہ تعریف والا
عظمت والا ہے۔“ (ہود: ۷۲، ۷۳)

اتعجبین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ مراد ہیں۔ اس
کے بعد علیکم ضمیر مذکر۔ اس کی دو وجہ ہیں:

۱: پہلے خطاب کا تعلق زوجہ سے ہے اس لیے ضمیر مؤنث ہے اور
دوسرے میں ابراہیم علیہ السلام بھی شریک ہیں۔ تغلیب مذکر کی وجہ سے
ضمیر مذکر ہے۔

۲: جب کسی عورت سے خطاب ہو اور اس خطاب میں احترام مقصود
ہو تو واحد مؤنث کے لیے بھی جمع مذکر کی ضمیر سے خطاب کیا جاتا
ہے، عرب عربا کے کلام میں اس کی متعدد امثلہ ملتی ہیں۔ ایک
حماسی شاعر جعفر الحارثی کہتا ہے:

عجبت لمراہا وانی تخلصت
الیّ وباب السجن دونی مغلق
المت فحيث ثم قامت فودعت
فلما توليت كادت النفس تزهق
فلا تحسبي اني تخشعت بعدكم
لشيء ولا اني من الموت افرق

ایک اور شاعر کہتا ہے:

ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وفات آپ کی ہے۔ شیخ محترم نے جواب دیا آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ یہ کلام خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ خبر کیوں دے رہے ہیں؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی موت کے بارے میں شک تھا؟ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کی کتاب انسانوں تک پہنچا چکے ہیں، پھر انہوں نے یہ بتانے میں کیا حکمت کہ میں تجھے موت دوں گا؟ نظر بہ ظاہر اس کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ حقیقتاً اس میں کوئی حکمت ضرور ہے ورنہ یہ کلام اس درجہ میں ہو جائے گا جیسا کہ ایک شخص نے کسی کو خبر دی۔

چشمان تو زیر ابرو داند

دندان تو جملہ در دہانند

اللہ تعالیٰ کے کلام میں بے فائدہ جملہ کیسے آسکتا ہے، مرزائی کے استفسار پر کہ آپ حکمت بتائیں فرمایا، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط﴾ (آل عمران: ۵۲)

”جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا انکار دیکھا تو فرمایا اللہ (کے دین) کے لیے مجھ سے کون تعاون کرے گا۔“

اس سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے شدت کفر کا احساس ہوا اور خطرہ محسوس کیا کہ یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہوں گے۔ اسی لیے فرمایا: من انصارى الى الله؟

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ اے عیسیٰ تیری موت تو میرے ہاتھ میں ہے، جب تک میرا حکم نہ آئے یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس سے ابھی تشنگی ہے کہ پھر ان کے منصوبہ قتل کو کس طرح رد کیا جائے گا۔ فرمایا: ”ورافعك الى“ کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ یہ دشمن تیرا کیا بگاڑ لیں گے۔ اس پر مرزائی حواس باختہ ہو کر چلا گیا۔

سماع موتی پر ایک گفتگو:

احمد پور شرقیہ کی ایک مسجد میں جو پرانی کچہری کی قلعہ نما عمارت کے پیچھے ہے، اس دور میں ایک امام صاحب تھے جو خطبہ جمعہ ارشاد

شیخ محترم نے ایک دن اس کو کہا یہ مسئلہ ہمارے اور مرزائیوں کے مابین بنیادی اختلاف کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ مرزا غلام احمد کی ذات ہے اور اس کے دعاوی ہیں جن کی وجہ سے میں اسے جھوٹا اور کذاب سمجھتا ہوں، مرزائی نے کہا اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

شیخ محترم نے فرمایا مرزا نے لکھا ہے ”کہ صحیح بخاری میں جو اصح الکتاب ہے، لکھا ہے کہ جب مسیح موعود آئے گا تو آسمان سے ندا آئے گی۔ ”هذا خليفه الله المهدي۔“ آپ مجھے دکھائیں صحیح بخاری میں یہ بات کہاں ہے؟

مرزائی دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا اور پھر کبھی بحث کے لیے نہ آیا۔

حیاتِ مسیح:

ایک اور مرزائی سے حیاتِ مسیح کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ اس نے آیت مبارکہ

﴿إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (آل عمران: ۵۵)

سے استدلال کیا۔

اس کا استدلال تھا کہ ”توفی“ کا ذکر ”رفع“ سے پہلے ہے لہذا وفات ہو چکی ہے۔

شیخ محترم نے اس سے دریافت کیا بتاؤ کیا واؤ ترتیب پر دلالت کرتی ہے؟ اور یہ جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ؟ مرزائی نے کہا کلام خبری ہے اور واؤ ترتیب کے لیے نہیں۔

شیخ محترم نے کہا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئے گی۔ بلکہ بحث یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو چکی ہے؟ ہم کہتے ہیں ابھی زندہ ہیں۔ اس آیت کے کس لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر موت آ چکی ہے؟

مرزائی نے جواب دیا مسلمان کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور آیت میں رفع یعنی اٹھایا جانا ”توفی“ کے بعد مذکور

مگر ایسا نہیں فرمایا۔

۲: آپ نے ان کے سننے کو اسی وقت اور اپنی بات کے ساتھ متعلق کیا ہے۔ اس سے علی الاطلاق سماع کے معنی سمجھنا غلط ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت میری بات تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کو روایت کرنے والے حضرت قتادہؓ نے فرمایا ہے:

احياهم الله حتى اسمعهم قوله توبيخا وتصغيرا ونقمة وحسرة وندما .

”ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور آپ ﷺ کی بات ان کو حسرت و ندامت اور توبیخ کے لیے سنائی۔“
روزانہ معمولات میں یہ بات بھی داخل تھی کہ کسی نہ کسی انداز میں علمی مجالس و مباحث قائم ہوتی رہتی تھیں۔ بطور نمونہ چند ایک کا تذکرہ کر دیا ہے۔

تصنیف و تالیف:

تدریسی، تبلیغی اور دارالحدیث محمدیہ کے کاموں میں اتنی مشغولیت رہتی تھی کہ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ نہیں رہ سکے۔ راقم اور حافظ عبدالمعظم مدیر فاروقی کتب خانہ ملتان کے پیہم اصرار پر کتاب ”اصطلاحات الحدیث“ تالیف فرمائی جو اختصار کے باوجود اپنے فن میں بہت جامع اور اہل حدیث مدارس میں داخل نصاب ہے۔ چند ایک دیگر رسائل بھی مطبوع ہیں۔ طلاق ثلاثہ پر ایک حنفی فتوے پر مسلک اہل حدیث کی توضیح فرمائی جو کہ ایک رسالے کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ وہ بہاولپور کا کوئی شخص لے گیا تھا۔ کسی صاحب کو ملے تو ہمیں ضرور اطلاع دیں تاکہ طبع کرا سکیں۔ جمعہ کے خطبات پر مشتمل کیسٹوں اور مختلف مجالس و وعظ میں بیان کردہ تقاریر کی کیسٹیں ہمارے پاس موجود ہیں جنہیں تحریر میں لانے کی ہم کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں کچھ کام عزیز ی مولانا ابوبکر صدیق (جہانیہ منڈی) حال اسلام آباد نے بھی سنا ہے کہ کیا ہے۔ یہ سب کام اکٹھے ہو جائیں تو علم کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔

فرمایا کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے سند یافتہ تھے۔ وہاں ایک ڈاکٹر نور محمد شیخ محترم کے گہرے دوست تھے۔ انہوں نے امام صاحب سے سماع موتی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا مردے سنتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے بدر میں مرنے والوں کو کہا: انا وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فعل وجدتم ما وعدكم ربكم حقا .

”ہمارے رب نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہم نے اسے سچ پایا ہے، کیا تم سے جو وعدہ کیا تم اسے سچ پاتے ہو؟“
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ مردے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ڈاکٹر صاحب نے شیخ محترم سے پوچھا کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ تو فرمایا: حدیث مذکورہ سماع موتی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ سماع کی نفی پر دال ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کیا مردے سنتے ہیں؟ بلکہ انہوں نے کہا:

كيف تكلم اجسادا لا ارواح لهم .

”جن اجسام میں روح نہیں آپ ان سے کیوں کر کلام کر رہے ہیں؟“ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انهم الآن يسمعون ما اقول لهم .

(ج: ۲، ص: ۵۶۷)

”یہ اس وقت میری بات تم سے زیادہ سن رہے ہیں۔“

یہ حدیث دو طرح عدم سماع پر دال ہے۔

۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال کرنا کہ آپ بلا ارواح اجسام سے کس طرح گفتگو فرما رہے ہیں، دلالت کرتا ہے کہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ یہی تھا کہ مردے نہیں سنتے، ورنہ سوال کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا عقیدہ آپ کے بتانے سے ہی ہو سکتا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی تھی تو رسول اللہ ﷺ واضح فرما دیتے کہ تم کیا پوچھ رہے ہو، یہ تو سنتے ہیں۔

جامع ترمذی اور صحیح بخاری پر افادات بھی جمع کیے جا رہے ہیں۔
واللہ الموفق
بعض تفسیری نکات:

سورة الانعام، آیت: ۱۵۱

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَنْتُمْ وَمَنْ رَبُّكُمْ عَلَيَّكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّ بِالَّذِيْنَ احْسَنَّا ۚ﴾

حرم بمعنی اوجب ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَحَرَامٌ عَلٰی قَوْمٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾

(الانبیاء: ۹۵)

اس آیت میں بھی حرام بمعنی واجب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی توضیح کی ہے، نیز لسان العرب، ج: ۱۵، ص: ۱۶ میں حرام بمعنی واجب پر اس شعر سے استشہاد کیا ہے۔
فان حراما لا اری الدهر باکیا
علی شجوه الابیة علی عمرو

۲: سورة الاحزاب: ۷۲

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَابْتِیْنَا اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۖ﴾

(الاحزاب: ۷۲)

حمل بمعنی خان ہے یعنی ہم نے آسمانوں اور زمین پر امانت پیش کی۔ انہوں نے خیانت نہیں کی اور ڈر گئے، اور انسان نے اس کی خیانت کی۔ قاموس میں ہے۔ ابین ان یحملنہا ای یخنتہا و خانہا الانسان۔

جامع البیان میں ہے:

فلان حامل الامانة ای لا یؤدیہا الی صاحبہا۔
زاد المسیر میں ہے:

حملہا الانسان ای خان۔ کذا قال الحسن والزجاج۔

۳: سورة یوسف: ۲۴

﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۖ﴾

(یوسف: ۲۴)

”ہم بھا“ کو ”لولا“ کا جواب مقدم قرار دیتے تھے اور دوسرے معنی کو جس میں لولا کا جواب محذوف مانا جاتا ہے درست نہیں کہتے تھے۔ قرآن پاک میں دوسرے مقام پر ہے:

﴿اِنْ كَاذَتْ لَتُبْدِي بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَّبُّنَا عَلٰی قُلُوبِهَا لَتَكُوْنَ

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (القصص: ۱۰)

۴: سورة بنی اسرائیل: ۱۶

﴿وَ اِذَا آرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا ۖ﴾

(بنی اسرائیل: ۱۶)

امرنا بمعنی کثرنا کو ترجیحی طور پر بیان فرمایا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے: و امر امر ابن ابی کبشہ۔ نیز کتب لغت میں ہے مہرة مامورة ای کثیرۃ التاج۔ امر بنو فلان ای کثروا۔ نیز امر سے امرتکون مراد لینا بھی درست قرار دیتے تھے۔

۵: سورة طہ: ۱۵

﴿اِنَّ السَّاعَةَ اَتَتْهُ اٰکَادُ اُخْفِیْهَا ۖ﴾ (طہ: ۱۵)

فرماتے ہیں اس جگہ اخفاء بمعنی اظہار ہے۔ والہزۃ فیہ للسلب۔ زاد المسیر میں بھی یہی معنی لکھا ہے۔

۶: سورة الفتح: ۲

﴿لَیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ ۖ﴾

(الفتح: ۲)

لام لعاقبة الامر اور ذنب سے مراد وہ الزامات ہیں جو قریش و کفار آپ ﷺ پر لگاتے تھے یا آئندہ آنے والے مخالفین اسلام لگائیں گے۔ سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عطا کردہ ان کامیابیوں کی روشنی میں ختم ہو جائیں گے۔

ذنب بمعنی الزام و اعتراضات عرب محاورات میں مستعمل ہے۔

حماسی شاعر کہتا ہے:

قد اصبحتم ام الخیار تدعی

علی ذنبا کله لم اصنع

۷: سورة الضحیٰ: ۷

﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ﴾ (الضحیٰ: ۷)

ضالالا سے مراد وہ درخت ہے جو وسیع و عریض صحراء میں مسافروں کے آنے جانے میں رہنما بنتا ہے جیسا کہ امام قرطبی نے بھی احکام القرآن لکھا ہے۔

فہدیٰ ای فہدیٰ بك الناس .

۸: سورة البقرة: ۶۱

﴿وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط﴾ (البقرة: ۶۱)

﴿وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ط﴾ (آل عمران: ۱۱۲)

یہود، انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کے ارادہ سے ان کے خلاف جنگ کرتے تھے اسی کو قرآن پاک میں قتل انبیاء کے مراد قرار دیا گیا ہے۔

قرآن پاک یا کسی حدیث صحیح میں کسی نبی کا نام نہیں بتایا گیا جسے یہود نے قتل کیا ہو بلکہ قرآن پاک کے اسلوب بیان سے واضح ہے کہ واقعاً انبیاء کا قتل نہیں ہوا۔ ارشاد ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا ط فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَنُسَكِّنَنَّكُمْ الْأَرْضَ مِّنْ بَعْدِهِمْ ط﴾

(ابراہیم: ۱۳ و ۱۴)

یعنی ”کافروں نے اپنے رسولوں کو کہا ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ الایہ کہ تم ہماری ملت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ نے ان کو وحی کی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے اور تمہیں (انبیاء و رسل علیہم السلام کو) زمین میں ان کے بعد سکونت دیں گے۔“

یاد رہے بنو اسرائیل کی طرف انبیاء علیہم السلام کے قتل کی نسبت ہے کہ وہ ان کو قتل کرتے تھے، اور رسل علیہم السلام کا قتل بھی ان کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران ۱۸۴ میں ہے:

﴿قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالذِّكْرِ قُلْتُمْ

قُلْتُمْ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (آل عمران: ۱۸۳)

مذکورہ بالا آیت سورۃ ابراہیم اور سورۃ آل عمران کی اس آیت کے مابین تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت سورۃ آل عمران میں قتل رسل (علیہم السلام) سے مراد ان کے ساتھ لڑنا لیا جائے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی اس معنی کی تائید کرتی ہے۔

عن النبی ﷺ قال ان الله عز وجل اذا اراد الله رحمة امة من عباده قبض نبيها قبلها فجعله الله فرطا وسلفا بين يديها۔ واذا اراد هلكة امة عذبها ونبيها حتى فاهلكها وهو ينظر فافر عينه بهلكتها حين كذبوه وعصوا امره .

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ۵۹۶۵، كتاب الفضائل، باب اذا اراد الله رحمة يوم قبض بينها، ص: ۱۰۱۳)

یعنی ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحم کا ارادہ کرے تو ان سے پہلے ان کے نبی کو قبض کرتا ہے۔ وہ ان کے لیے پیش رو اور آگے جانے والے ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی امت کو تباہ کرنا چاہے تو نبی کی زندگی میں ان کو ہلاک کر دیتا ہے تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں کہ انہوں نے تکذیب کی اور ان کی نافرمانی کی۔“

کبار علماء و محدثین کی آراء مبارکہ:

یہاں چند نامور اور اصحاب فضل کے ارشادات بھی درج کرنے مناسب ہیں جو شیخ محترم کی زندگی میں انہوں نے لکھے اور فرمائے۔ خطیب و امام کعبہ شیخ محمد بن عبد اللہ بن سبیل رحمہ اللہ مورخہ ۱۴۰۸ھ کو جلال پور پیر والا تشریف لائے۔ صحیح بخاری کی آخری حدیث پر عالمانہ درس ارشاد فرمایا اور نماز ظہر کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں امامت کرائی۔ فضیلۃ الشیخ العالی کے حق میں لکھا:

کان سرورنا عظیما ان اجتماعنا الیوم مع فضیلة الشیخ سلطان محمود من جلال فور

فی مناسبة ختم صحيح البخارى بالمدرسة الثابتة لجماعة اهل الحديث الحال عمر الشيخ سلطان محمود ونفع بعلمه المسلمين ووفق الله القائمين على المدرسة وعانهم على خدمة الاسلام والمسلمين وصلى الله على سيدنا محمد . (محمد بن عبد الله السبيل امام وخطيب المسجد الحرام .)

”آج فضيلۃ الشيخ سلطان محمود سے مل کر ہمیں بہت خوش ہوئی۔ درالحديث محمدیہ جلال پور پیر والا میں تقریب صحیح البخاری کی مناسبت سے ہمیں یہ موقع ملا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ شیخ محترم کی عمر دراز فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے علم سے فائدہ عطا کرے، اور مدرسے کے منتظمین کو اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی توفیق دے۔ ہمارے سردار محمد ﷺ پر درود و سلام۔“

کویت کے شیخ ابوسعود عبدالعزیز بن احمد بن راشد دارالحديث میں تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے لکھا:

”فضیلۃ الشیخ سلطان محمود نے اس علاقے میں عقیدہ سلفیہ اور تعلیمات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے پھیلانے میں بہت بڑا اور وسیع کام کیا ہے، ان کی محنتیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرمائے۔“ اخوکم فی اللہ عبدالعزیز بن احمد بن راشد الکویت ۱۹۸۶-۱۵۔

مدینہ منورہ کے ابوالاحمد عبید اللہ بن احمد القحطانی لکھتے ہیں:

”میں جلال پور پیر والا میں شیخ جلیل سماتۃ الشیخ سلطان محمود معین اللہ بحیاتہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پاکستان میں آمد کے بعد فضیلۃ الشیخ کی ملاقات سے مجھے دلی مسرت ہوئی۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے والہانہ شفقت کو سن کر اور دیکھ کر میرا دل چا رہا ہے کہ ان کے ادارے میں استفادہ کروں، اس پر فتن دور میں واقعی ان

کا جامعہ ایک روشن مینار ہے جس کی روشنی سے دور دور ضیا پاشی ہو رہی ہے۔ وقت کا پیہر پیچھے کو چل سکتا تو میں بھی علم و فضل کے طالبین جامعہ میں خود کو خوش نصیب بناتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین کی اتباع کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ملخصاً (ابوالاحمد عبید اللہ بن احمد القحطانی ۱۲/۱۲/۱۴۱۰ھ) دمشق کے ابوالعزیز محمد معز البیہی الصالحی فرماتے ہیں:

”میں جلال پور پیر والا پہنچا اور محدث کبیر مولانا سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تلمذ حاصل کیا۔ صحاح ستہ کے بعض مقامات کی قرأت میں نے شیخ پر کی۔ مجھے اس موقع پر مسرت حاصل ہو رہی ہے اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یہاں کے اساتذہ و طلاب نے خصوصی احترام و تکریم سے نوازا۔“ ملخصاً

(ابوالعزیز البیہی الصالحی الدمشقی ۳۰ صفر ۱۴۱۳ھ)

پیر آف جہنڈا محبت اللہ شاہ راشدی تحریر فرماتے ہیں:

”میں حضرت الاستاذ مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کے تلامذہ سے جو علم کی تحصیل کر چکے ہیں، اس سے پیشتر مل چکا ہوں اور ان کے ساتھ میرے اچھے مراسم ہیں۔ ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ حضرت الاستاذ مولانا سلطان محمود کی شخصیت کتنی اونچی علمی سطح پر فائز ہے، ان کی زیر قیادت یہ مدرسہ رواں دواں ہے۔ آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں کتنا اونچا علمی معیار ہوگا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت مولانا کو طویل عمر اور ان کی صحت بہتر فرمائے تاکہ وہ تشنگان علم کی پیاس زیادہ سے زیادہ عرصہ تک بجھاتے رہیں۔“ ملخصاً

(احقر العباد، ابوالقاسم محبت اللہ شاہ ۱۳/۱۰/۱۴۱۱ھ)

فضیلۃ الاستاذ مولانا ابوالحسن عبد اللہ صاحب بڑھیمالوی مدرس جامعہ محمدیہ اوکاڑا فرماتے ہیں:

”مولانا سلطان محمود کا شمار افاضل علماء محدثین، محققین اور یگانہ فضلاء اور مدرسین میں ہوتا ہے۔ علوم عقلیہ، نقلیہ اور

لے آئے۔ بالآخر مورخہ ۴ نومبر ۱۹۹۵ء کو بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب مالک حقیقی سے جا ملے۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه يا ارحم الراحمين.



حاجی یار محمد جوار رحمت میں

مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سابق ضلعی ناظم اعلیٰ حاجی یار محمد ۲۰۱۱-۰۵-۲۸ کو ۶۵ سال کی عمر طبعی پا کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کے جنازے میں ہر مکتب فکر کے لوگوں اور تاجروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ انہوں نے تین بیٹے، پانچ بیٹیاں اور بیوہ پس ماندگان میں چھوڑے ہیں۔ مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری خطاؤں سے درگزر فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (حافظ عبدالغنی آل حسن)

دارالحدیث راجووال میں اہل علم کی تشریف آوری

۳۰ مئی ۲۰۱۱ء بروز اتوار جامعہ محمدیہ اوکاڑا سے مولانا محمد شمعون صاحب، حافظ عبدالغفار اعوان صاحب، مولانا عبدالرحمان گوہڑوی، مولانا ظفر اللہ قمر لکھوی اور مولانا سلیم شاد ملتان دارالحدیث راجووال میں تشریف لائے۔ ان اصحاب فضل نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ کی تیمار داری کی۔ بعد ازاں راقم کے بھائی مرحوم محمد اسماعیل ڈاہروی کی وفات پر تعزیت کا اظہار فرمایا۔ دعا گو ہوں اللہ کریم ان تمام احباب کو جزائے خیر سے نوازے۔

(عنایت اللہ امین (مدرس) دارالحدیث راجووال)

ضرورت خطیب

جامعہ ضیاء السنہ راجہ جنگ ضلع قصور میں ایک علمی، تحقیقی بیان کرنے والے خطیب کی ضرورت ہے۔ اردو یا پنجابی بیان کرنے والے رابطہ کریں۔

(قاری ظفر اللہ 4181549-0301)

اصول و فروع میں ان کی طلباء کے ساتھ محنت کو دیکھ کر مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔ یہ بلاد الحاد و بدعات کا گڑھ ہیں۔ مولانا کی کاوش جمیلہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرمائے۔“ ملخصاً

(ابوالحسن عبداللہ بڑھیمالوی، ۲ شعبان ۱۳۷۲ھ)

علماء میں قریبی دوست و احباب:

حضرت مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل گوجراں والا، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد اسحق شیخ الحدیث لاہور، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عبداللہ بڑھیمالوی، مولانا محمد اسماعیل ذبیح راولپنڈی، مولانا عبداللہ بہاولپوری، مولانا ملک عبدالعزیز ملتان، مولانا شرف الحق محمو دملتان، مولانا عبدالرزاق احمد پوری، مولانا ابوتراب طاہر نلی اور ملک کے دیگر اہم ترین علمائے کرام سے دوستانہ مراسم تھے۔ ان سے تربیت حاصل کرنے والے افاضل کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ ہم اس پر اپنی کتاب تاریخ جلال پور میں کچھ تفصیل سے لکھنے کی کوشش کریں گے۔

مرض و وفات:

کئی سال سے شوگر کے مریض تھے، احتیاطی تدابیر بھی روزمرہ کا معمول تھیں، کمزوری و نقاہت عام طور پر رہتی تھی۔ مگر اس مدت میں بھی آم کھانے سے بہت کم پرہیز کیا، ان کے معالج ڈاکٹر نے آم سمیت میٹھی اشیاء سے پرہیز کا کہا تو فرمایا ڈاکٹر صاحب سب پرہیز ہو جائے گا مگر آم میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر آم کھانے سے موت آتی ہے تو آنے دو۔

ڈاکٹر صاحب ہنسے اور کہا آپ آم استعمال کریں، مگر پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔

دس بجے صبح بخاری کا دس دے کر اپنے گھر تشریف لے گئے، کھانا تناول فرمایا اور نماز ظہر سے کچھ پہلے ٹانگوں پر فالج کا حملہ ہوا۔ علاج ہوتا رہا۔ شیخ محترم کا پوتا ڈاکٹر عثمان آرمی میں ڈاکٹر ہے۔ ملتان میں سی ایچ او ہسپتال کے خصوصی نگہداشت کے وارڈ میں زیر علاج رہے، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ دماغ متاثر ہوا تو جلال پور میں

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دستخون کا آنا ضروری ہے

عدالت صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کی روشنی میں

تالیف: حافظ ریاض احمد عاقب اثری

ضخامت: ۶۲ صفحات

ناشر: دارالکتب والحکمۃ، احباب کالونی بون روڈ، ملتان

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حافظ ریاض احمد عاقب اثری جماعت اہل حدیث ضلع ملتان کے ایک با صلاحیت نوجوان مدرس ہیں۔ تحقیق و تصنیف سے بھی شغف رکھتے ہیں اور مضمون نگاری بھی کرتے ہیں۔ جماعتی رسائل و جرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ”عدالت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کی روشنی میں“ ان نفوس قدسیہ کی شان میں ترتیب دی گئی ہے جنہیں خیر القرون قرنی سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اصحاب رسول ﷺ کی عظمت و شان کا چرچا ہر سو پھیلا ہوا ہے۔ ان اصحاب علیہم الرضوان کے دم قدم سے آج اسلام کا پھر پورا پوری دنیا میں محسوس ہو رہا ہے۔

مؤلف موصوف نے اس کتاب کو تین فصلوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ تعلیم یافتگان رسالت ﷺ یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت، عدالت، صداقت، ایمان، جنت میں اعلیٰ مقام، عزت و عظمت بارے قرآنی بیان، تشریح و تفاسیر اور احادیث رسول ﷺ سے اخذ و استفادے کے بعد اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ کتاب بڑی ایمان افروز، دلنشین اور عام فہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ محنت قبول فرمائے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ کارڈ کور ہے۔ قیمت درج نہیں۔

سننیں جو چھوڑ دی گئیں

مؤلف: عبدالمالک القاسم ترجمہ: یوسف بن اسحق

ضخامت: ۱۱۸ صفحات

ناشر: صبح روشن پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب سنت رسول ﷺ کے تعارف اور اس کی عظمت کے ضمن میں ایک شان دار ترتیب لیے ہوئے ہے۔ آج سنت رسول ﷺ سے اعراض کے سبب ہی مسلمان فلاح و کامرانی سے محروم ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ اتباع رسول ﷺ ہی وہ کسوٹی ہے جس پر عمل پیرا ہو کر دنیوی و اخروی بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ سنت رسول ﷺ کے مقابل دوسروں کے اقوال و افعال اپنانے میں ایک بڑی ناکامی یہ ہے کہ آدمی ایک اچھے طریقے (سنت) کے مقابلے میں ایک غیر معروف راستے کو اختیار کر لیتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب عرب عالم دین عبدالمالک القاسم کی عربی تالیف کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں ایسی سنتوں کا تذکرہ ہے جو تقریباً ترک سمجھی جا رہی ہیں یعنی ان سنتوں پر آج عمل نہیں رہا۔ الا ماشاء اللہ وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں جو اپنے دینی و دنیاوی امور میں سنت رسول ﷺ کو اختیار کرتے ہیں۔ اگر انہیں علم نہیں ہوتا تو وہ کسی عالم دین سے پوچھ کر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ حق بات تک پہنچنا آج کل کوئی مشکل امر نہیں رہا۔ ہر قسم کی تحقیقات و تشریحات اور مفید کتب مارکیٹ میں دستیاب رہتی ہیں البتہ کوشش کرنے ہی سے حق بات تک رسائی ہوتی ہے۔ یہ کتاب بھی متروک سنتوں پر مواد سے لبریز ہے۔ پڑھیے اور اپنی اصلاح کیجیے۔

والی ہیں۔ شیخ موصوف نے نہ صرف ان غلطیوں کی نشان دہی کی ہے بلکہ ان غلطیوں کا تدارک اور ایمان کی حفاظت کا نسخہ بھی بتا دیا ہے۔ اصل کتاب تو عربی میں تھی لیکن اس کا ترجمہ اردو زبان میں منتقل ہو کر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ یہ سعادت جناب محمد حسین ظاہری کے حصے میں آئی کہ انہوں نے اردو خوانندگان کے لیے عام فہم ترجمہ فرما دیا ہے۔ ادارہ صبح روشن لاہور نے یہ ایک مفید کتاب شائع کی ہے جو معاشرے میں پھیلی بعض خطرناک غلطیوں کے تدارک میں مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ ان غلطیوں کی تفصیل میں کفریہ غلطیاں، وہ غلطیاں جو شرک اکبر ہیں، وہ غلطیاں جو شرک اصغر ہیں، اللہ تعالیٰ کے حق میں غلطیاں، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں زیر استعمال غلطیاں، علم غیب، عبادات، شان رسالت ﷺ جیسے عنوانات قائم کر کے زمانے کی رائج غلطیوں کی نشان دہی شامل کتاب ہے۔

کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کوریمینیشن ہے۔



ہلاکت خیز غلطیاں اور ان کی اصلاح

تالیف: جمیل احمد زینو ترجمہ: محمد حسن ظاہری

ضخامت: ۱۴۴ صفحات قیمت: ۹۰ روپے

ملنے کا پتا: مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

معاشرے میں آج جس طرح کی گراوٹ دیکھنے کو مل رہی ہے اور حالات نے جس طرف رخ کیا ہوا ہے۔ خدشہ ہے کہ انسان شدید گھائے اور خسارے میں ڈھنس رہا ہے۔ عقائد صحیحہ اور اعمال کی قبولیت لازم و ملزوم ہیں۔ اگر عقیدہ صحیح ہوگا تو عمل خود بخود صحیح رہے گا۔ اگر عقیدہ میں کجی واقع ہوگئی تو عمل بھی یقیناً خسارے والا ہوگا۔

دیار عرب کے معروف محقق عالم دین محمد بن جمیل احمد زینو رحمہ اللہ کو زبان و بیان پر دسترس حاصل ہے۔ معاشرے میں بگاڑ کا سبب بننے والی ایسی ہولناک غلطیاں سرايت کر چکی ہیں جو ہلاکت کی طرف لے جانے

گرمیوں کی چھٹیوں میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے جامع تصورات دین اور فکری، عملی اور روحانی تربیت کا نادر موقع

21 روزہ فہم دین اقامتی کورس

2 جولائی 2011ء تا 22 جولائی 2011ء

عقیدہ توحید، عبادات، اخلاقیات، معاملات، اتباع سنت، دعوت و تبلیغ،

امربالمعروف اور نہی عن المنکر پر ماہر علماء، اساتذہ اور پروفیسر صاحبان کے لیکچرز کے علاوہ

منتخب قرآنی آیات اور احادیث کے دروس

منتخب آیات، منتخب احادیث اور مسنون دعاؤں کا حفظ

تعلیم اور رہائش مفت

زیر تعاون برائے طعام و کتب 4000 روپے، زیر تعاون کے ساتھ جلد از جلد اپنا نام رجسٹر کرائیں

التوحید اکیڈمی۔ جامع مسجد التوحید

اسٹریٹ نمبر 62، جی ٹین فور، اسلام آباد

0322-506-95 19, 0334-508-90 20, 0300-55-60-900

خلیل الرحمن چشتی



طبع اول (۱۹۵۶ء)
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔

اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدام حدیث کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ ساز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔

اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

دلچسپ جدت

- اس نمبر میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر فاضل مضمون نگار صاحب کا مختصر تعارف بھی ان کے مضمون کے ابتدائی صفحہ پر کر دیا گیا ہے۔
- مولانا سید محمد داؤد غزنوی
 - مولانا محی الدین احمد قصوری
 - مولانا محمد اسماعیل صاحب
 - مولانا محمد حنیف ندوی
 - مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
 - علامہ محمد اسد (جرمن)
 - ڈاکٹر محمد عبداللہ ایم اے، پی ایچ ڈی پیرس یونیورسٹی فرانس
 - مولانا محمد علی قصوری ایم اے (کینڈب)
 - مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
 - مولانا قاضی عبدالرحیم
 - مولانا ابوالقاسم دلاوری
 - پروفیسر عبدالقیوم ایم اے
 - ملک ابو الغفور عنایت اللہ سوہدروی
 - مولانا سید رئیس احمد جعفری ندوی
 - مولانا عبد الجلیل سامرووی (بمبئی)
 - مولانا حافظ محمد اسحاق
 - پروفیسر یوسف سلیم چشتی ایم اے
 - مولانا ہدایت اللہ ندوی تدوین حدیث
- جماعت اہل حدیث کا عقیدہ و نصب العین
- انکار حدیث یا انکار رسالت
- عجمی سازش کا فسانہ
- حجیت حدیث پر ایک یقین افروز دلیل
- منکرین حدیث کے دلائل حقائق کی روشنی میں
- روح سنت
- حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں
- فتنہ انکار حدیث کا عقلی اور تاریخی تجزیہ
- مسند امام اعظم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
- کیا رسول ﷺ کی اطاعت وقتی ہے؟
- حدیث نبوی کی محبت اور اس کی اہمیت
- تدوین حدیث کے چند اہم دور
- منکرین حدیث کے پیشرو..... معتزلہ
- ”مزان شناس قرآن“ کا ”نظام ربوبیت“
- حدیث اور محدثین کے فضائل
- سنت رسول اللہ کے پاسبان
- ہندوستان میں انکار حدیث کی تاریخ

قیمت 360 روپے

○ کمپیوٹر کمپوزنگ ○ عمدہ سفید کاغذ ○ چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

14 رجب المرجب 1432ھ (860) 17 تا 23 جون 2011ء

غزل

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی
کافر ہے مسلمان تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
کافر ہے تو تابع تقدیر مسلمان
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی
میں نے تو کیا پردہ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

(علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ)